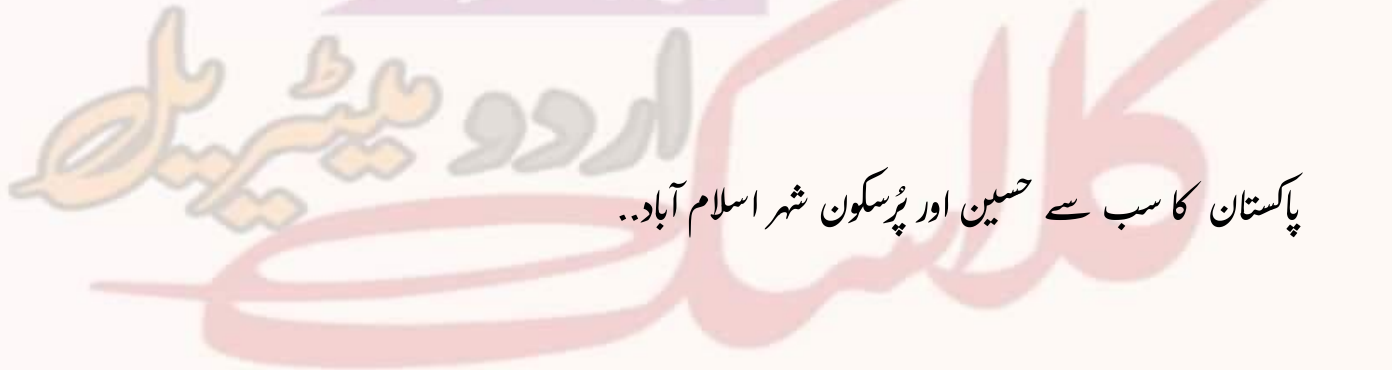


بھروسہ

از حیا فاطمہ اینڈ مائرہ ہمایوں



پاکستان کا سب سے حسین اور پرسکون شہر اسلام آباد..

اس شہر کے ایک علاقے میں آصف صاحب کے گھر میں فجر کی نماز ادا ہو رہی تھی ، عقیلہ جائے نماز پر بیٹھیں تھیں وہ دعا مانگ کر اٹھیں اور اپنے کمرے سے باہر نکل کر ساتھ والے کمرے میں داخل ہوئیں..

کھڑکی سے آنے والی مدہم روشنی کی وجہ سے کمرے میں نیم تاریکی تھی...

عقیلہ نے کمرے کی لائٹ آن کی تو بیڈ پہ لیٹا وجود ہلا، پھر عقیلہ نے اس کے قریب آ کر کمرے
کھینچا..

”امی! سونے دیں نا...“ نیند میں ڈوبی آواز سنائی دی..

”ماہی اٹھو! اٹھ کر فجر کی نماز ادا کرو، جلدی اٹھو فجر کا وقت نکال رہا ہے۔“

یہ کہہ کر وہ کمرے سے باہر نکل گئیں۔

اسلام آباد کے ایک اور علاقے میں زُبیر ہاؤس میں ایک لڑکی جائے نماز پر بیٹھی دُعا مانگ رہی تھی۔

”یا اللہ مجھے، میرے خاندان، میری دوستوں، سب کو اپنے حفظ و امان میں رکھنا اور ہر آفت اور آزمائش
سے دور رکھنا آمین!“

آصف صاحب (ماہی کے بابا) کے گھر میں صبح کے نو بج رہے تھے سب اٹھ چکے تھے۔

آصف آفس کے لئے تیار ہو رہے تھے اور عقیلہ ناشتہ بنا رہیں تھیں۔ اور اندر کمرے میں جاؤ تو بیڈ پر لیٹی لڑکی کمرے میں لیٹی تھی۔

پردے آگے ہونے کی وجہ سے کمرے میں نیم دراز روشنی تھی تبھی عقیلہ اندر آئیں اور پردے ہٹائے

بستر پر لیٹی ماہی کی آنکھیں روشنی کی وجہ سے چندھیا ئیں۔

پردے آگے کر دیں۔ "please" امی

”ماہی اٹھو کوئی ہوش کرو صبح کے ساڑھے نو بج رہے ہیں۔“ عقیلہ نے خفگی سے کہا

”اچھا.... امی اٹھتی ہوں، بس پانچ منٹ۔“ وہ نیند میں برہڑائی۔

”اس لڑکی کے ساتھ کون اپنا سر پیٹے۔“ وہ غصے سے کہتی باہر نکل گئیں۔

زُبیر صاحب (حیا کے ڈیڈ) کے گھر میں سب اُٹھ چکے تھے۔ حیا اپنے ماں باپ کی اکلوتی اولاد تھی۔

زُبیر صاحب آفس کے لیے نکل چکے تھے اور رمشہ (حیا کی مام) ناشتہ لگا رہیں تھیں

اندر کمرے میں حیا ڈریسنگ میرر کے سامنے عبا یا پہنے کھڑی تھی۔

کی شکل میں تین تل (جن پر ماہی کو triangle اچھا قد، سفید رنگت، گلابی گال، دائیں گال پر بہت پیار آتا تھا) لمبی پلکوں کے سائے میں چاکلیٹ براؤن آنکھیں جن میں اُس نے کاجل لگایا ہوا تھا،

ستواں ناک (جس پر بقول ماہی کے ہر وقت غصہ رہتا تھا) گلے میں تتلی کی شکل کا نازک سا وائٹ چمک رہا تھا، pendant گولڈ کا

ڈارک براؤن بال جو اوپر سے سیدھے اور نیچے سے لوز کرلز تھے، جنہیں وہ برش کر رہی تھی.... اُس نے جلدی سے بال جوڑے میں باندھے،

پھر ڈریسنگ چیئر سے بلیک اسکارف اٹھایا اور اپنے سر پر لپیٹنے لگی! وہ بہت خوبصورت نہیں تھی.... لیکن پرکشش تھی۔

تبھی رمشہ نے آواز دی

”حیا! ناشتہ ٹھنڈا ہو رہا ہے آکر کر لو۔“

”آئی مام! بس دو منٹ...“

ڈریسنگ ٹیبل سے گھڑی اٹھائی اور کلائی میں باندھی۔ گھڑی کے بغیر اُسے اپنا آپ ادھورا لگتا تھا۔

دے رہی تھی... touch اور اب وہ اپنی تیاری کو آخری

ماہی اپنے بستر سے نکلنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی، کبھی ایک طرف کروٹ لیتی تو کبھی دوسری طرف۔

تبھی ایک جھٹکے سے اُٹھی جیسے کچھ یاد آیا ہو، فوراً بستر سے باہر نکلی، بھاگ کر کمرے میں پڑا کمپیوٹر آن کیا۔

کھول کر ایک یونیورسٹی کی ویب سائٹ google اور کمپیوٹر چیئر کھینچ کر بیٹھی، پھر جلدی سے
کھولی، نیو ایڈمیشن اسٹوڈنٹس کے ناموں کی فہرست نکالی

اور فہرست کو نیچے اسکرول کیا

اسکرول کرتے کرتے ماہی کا ہاتھ رکا اور.....

”آآہ.....!!!!“ ماہی نے ایک زوردار چیخ ماری،

عقیلہ اور آصف ماہی کی چیخ سن کر کمرے کی طرف لپکے

چیئر پر بیٹھی ماہی نے ان دونوں کو دیکھا، بھاگ کر ان کی طرف آئی اور دونوں کے گلے لگ گئی،
بے حد خوشی سے ماہی نے کہا

”امی! ابو! میرا ایڈمیشن ہو گیا ہے یونیورسٹی میں۔“

یہ بات سن کر اُن دونوں کے رُکے سانس بحال ہوئے، وہ دونوں اس کی چیخ والی حرکت پر اسے
ڈانٹ دیتے

لیکن اسے اتنا خوش دیکھ کر وہ دونوں مسکرا دیئے، پھر ماہی اُن سے الگ ہوئی، تو عقیلہ اسے دیکھ
کر مسکرائیں،

اس کا ماتھا چوما اور ماشاء اللہ کہا۔

آصف صاحب نے کوٹ کی جیب میں سے پانچ ہزار کا نوٹ نکال کر ماہی کے ہاتھ میں تھمایا،

جسے ماہی نے ایک مدھم سی مسکراہٹ کے ساتھ لیا اور شکریہ ادا کیا، آصف نے مسکرا کر اس کے
سر پر ہاتھ رکھا،

اور دونوں باہر نکل گئے..... کچھ یاد آنے پر

ماہی نے بیڈ سائڈ ٹیبل سے اپنا فون اٹھایا اور مسکراہٹ کے ساتھ نمبر ڈائل کرنے لگی۔

حیا ناشتہ ختم کر چکی تھی اور اٹھنے ہی لگی تھی کہ اندر کمرے میں ڈیسنگ ٹیبل پر پڑا اس کا فون
بجا.....

کالنگ لکھا آ رہا تھا، حیا نے مسکراہٹ کے insane حیا اندر آئی، اپنا فون دیکھا، اسکرین پر ماہی
ساتھ کال رسپو کی...

”السلام علیکم! کیسی ہو ماہی؟“

”وعلیکم السلام! میں ٹھیک ہوں تم سناؤ کیسی ہو؟“

”الحمد للہ میں بھی ٹھیک ہوں۔“

”اچھا، سنو مجھے تمہیں کچھ خوشخبری دینی ہے؟“

”تم اور خوشخبری دو ایسا تو ہو ہی نہیں سکتا!“ حیا نے مسکراہٹ دبا کر کہا۔

”ماہی ایک منٹ ہولڈ کرو۔“

”جی اچھا!“ ماہی نے مصنوعی خفگی سے کہا

حیا نے بیڈ سائڈ ٹیبل سے اپنی کار کی کیز اٹھائیں اور بیڈ پر پڑیں بکس بھی...

”اچھا مام، میں جارہی ہوں یونیورسٹی۔“ کمرے سے نکلتے ہوئے حیا نے کہا

”اچھا ٹھیک ہے... خدا حافظ، گاڑی دھیان سے چلانا کوئی ضرورت نہیں ہے سپیڈ مارنے کی!“

"جی ٹھیک ہے.. خدا حافظ!"

حیا گاڑی میں بیٹھ چکی تھی اور موبائل اس نے اپنی گود میں رکھا ہوا تھا، کانوں میں ایئر فونز لگائے وہ ڈرائیو کر رہی تھی،

"اچھا تو کیا خوشخبری ہے؟" حیا نے پوچھا

"خوشخبری یہ ہے کہ میرا یونیورسٹی میں ایڈمیشن ہو گیا ہے!"

"ماشاء اللہ مبارک ہو."

"خیر مبارک...."

"ماہی جی! اب یہ بھی بتادیں کون سی یونیورسٹی میں ہوا ہے آپ کا ایڈمیشن؟" حیا نے مسکرا کر پوچھا.

”تمہاری والی یونیورسٹی میں ہوا ہے“، ماہی نے خوشی سے کہا

”کیا؟ تم نالائق لوگوں کو بھی اُس یونیورسٹی میں ایڈمیشن مل گیا ہے!“ حیا نے ہنسی دباتے ہوئے کہا۔

”نالائق سے تمہارا کیا مطلب ہے؟“ ماہی خفگی سے بولی

”اچھا کب جوائن کرنا ہے؟“ حیا نے اس کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا!....

حیا نے مزے لیتے ہوئے ”Insane“ کل سے جوائن کرنا ہے۔“ ماہی نے بیزاری سے کہا...“

اور یہ وہ لفظ تھا جس سے ماہی کو شدید چڑتی تھی اور حیا یہ جانتی تھی لیکن اس کے باوجود وہ اسے یہ لفظ ہمیشہ کہتی تھی۔

ماہی کو تو جیسے یہ لفظ سن کر آگ ہی لگ گئی
اس سے پہلے کہ حیا کچھ اور کہتی ماہی نے خفگی سے فون بند کر دیا
حیا نے حیرانی سے فون کو دیکھا.... اور منہ میں برہڑائی...

”اس کا غصہ بھی نہ! اف...“

اچھا قد، گندمی رنگت، سیاہ چمکتی آنکھیں، جن میں کاجل لگا ہوا تھا، بھورے لمبے بال کمر پر گر
رہے تھے، مہرون لپ اسٹک لگائے، ہونٹوں پر مسکراہٹ لیے، دائیں کلائی میں گرھی پہنے، بلیک
جینز کے اوپر سادہ پریل فراک،

گلے میں شفون کا کالا ڈوپٹہ، ہاتھوں میں کتابیں پکڑے ماہی یونیورسٹی کے کوری ڈور سے چلتی جا
رہی تھی کہ اُس کا فون بجا، ماہی نے فون کی اسکرین کو دیکھا جس پر امی کالنگ لکھا آ رہا تھا، ماہی
نے کال رسیو کی

”اسلام علیکم!“

”وعلیکم السلام ماہی! میں نے یہ کہنا تھا کہ تمہارے ڈرائیور کا فون آیا تھا وہ کہہ رہا تھا کہ اس کی
گاڑی خراب ہو گئی ہے جس کی وجہ سے وہ لیٹ ہو جائے گا۔“

”یار!!!! امی! میں انتظار نہیں کر سکتی میں بہت تھکی ہوئی ہوں مجھے گھڑانا ہے...”
”اچھا!؟“ عقیدہ سوچ میں پڑ گئیں...

”اچھا میں ایسا کرتی ہوں کہ میں حماد کو کہتی ہوں وہ تمہیں لینے آ جائے گا.“
اور یہ بات سن کر ماہی کہ ہونٹوں پر ایک نرم سی مسکراہٹ دوڑی اور آنکھیں چمکیں

”جی امی..“ ماہی نے فرمانبرداری سے کہا!

اور خدا حافظ کہہ کر فون بند کر دیا۔

حماد اور ماہی آپس میں کزنز تھے... ماہی حماد کے ماموں کی بیٹی تھی، دونوں اچھے دوست بھی تھے!

ماہی پارکنگ ایریا میں کھڑی انتظار کر رہی تھی جب اس کا فون بجا اس نے فون کی اسکرین کو دیکھا جس پر لکھا آ رہا تھا حماد کالنگ وہ ہلکا سا مسکرائی اور کال ریسیو کی!

”السلام علیکم!“

”وعلیکم اسلام!“ حماد بولا

”ماہی کہاں ہو تم؟ میں یونیورسٹی میں آ گیا ہوں۔“

”میں یونیورسٹی کے پارکنگ ایریا میں کھڑی ہوں آپ یہاں آ جائیں۔“

”او کے!“ حماد نے کہا اور خدا حافظ کہہ کر فون بند کر دیا

کچھ منٹ انتظار کرنے کے بعد ایک کالی پراڈو ماہی کے سامنے آ کر رکی۔

گاڑی کا شیشہ نیچے ہوا اور سامنے ڈرائیونگ سیٹ پر حماد بیٹھا تھا۔

ہلکی ہلکی داڑھی، صاف رنگت، سیاہ آنکھیں جو بے حد خوبصورت تھیں، چہرے پر ایک خوشگوار مسکراہٹ، چھوٹے بال نفاست سے سیٹ کیے ہوئے، بلیک تھری پیس میں ملبوس، دائیں کلائی میں کالے رنگ کی گھڑی پہنے وہ ماہی کو ہی دیکھ رہا تھا، وہ بہت ہینڈسم تھا۔

ماہی پہلے تو کچھ دیر وہیں کھڑی اسے دیکھتی رہی پھر دروازہ کھول کر حماد کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گئی اور دروازہ بند کر دیا۔

”السلام علیکم!“

”وعلیکم اسلام!“ حماد نے مسکراہٹ کے ساتھ اسے دیکھتے ہوئے کہا اور گاڑی اسٹارٹ کر دی۔

”کیسی ہو ماہی؟“ حماد نے ونڈ اسکرین کی طرف دیکھتے ہوئے کہا
”ٹھیک اللہ کا شکر“ ماہی نے اپنی گود میں رکھی ہوئی کتابوں کو دیکھتے ہوئے کہا ”آپ کیسے ہیں؟“
”میں بھی ٹھیک ہوں الحمد للہ“

گاڑی میں خاموشی چھا گئی... ماہی نے نظریں اٹھا کر حماد کو دیکھا اور پھر اُس کی نظریں حماد کے چہرے پر ہی جم کر رہ گئیں، اُسے دیکھتے وہ کہیں گم ہو گئی تھی..
ڈرائیو کرتے ہوئے حماد نے اپنے چہرے پر اسکی نظریں محسوس کی تو اسے مڑ کر دیکھا وہ اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

حماد نے مسکراہٹ کے ساتھ اسے دیکھا اور شوخ لہجے میں پوچھا

”میں بہت بینڈسم ہوں نا؟“

ماہی جو اسے یک ٹک دیکھ رہی تھی بے اختیار بول اٹھی

”بہت!“

حماد ہنس دیا پر کچھ بولا نہیں۔

ماہی کو اپنی اس بے اختیاری پر بہت شرمندگی ہوئی، اس نے اپنی نظریں حماد سے ہٹا کر اپنی گود

میں پڑیں بکس پر جما دیں

اب دل میں وہ خود کو ملامت کر رہی تھی

کنٹرول! کنٹرول یور فیلنگز ماہی...

حماد کے جذبات ماہی کے لیے صرف ایک دوست کے تھے لیکن ماہی کیلئے حماد صرف دوست نہیں

تھا....!

یہ سفر کب گزر گیا ماہی کو پتہ ہی نہیں چلا..

عبایا میں ملبوس، کاندھے پر بیگ لٹکائے، ایک ہاتھ میں کتابیں پکڑے اور دوسرے ہاتھ سے

چہرے پر نقاب سیٹ کرتی حیا بے دھیانی سے چلتی جا رہی تھی۔ سامنے سے آنے والا شخص

تمہری پیس میں ملبوس، کلین شیو چہرہ، چمکتی سیاہ آنکھیں، اٹھی ہوئی مغرور ناک (gray گرے) اور ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ ایک ہاتھ میں پکڑے موبائل پر کچھ ٹائپ کرتا چلتا آ رہا تھا...

دونوں ٹکڑائے اور ڈھرام کی آواز کے ساتھ حیا کے ہاتھ میں پکڑے نوٹس اور کتابیں زمین بوس ہو گئیں، ہاتھ میں پکڑی اسکارف پن بھی گر گئی اور چہرے سے نقاب ہٹ گیا۔
”آ.. آؤچ۔“ حیا کے منہ سے ایک چیخ نکلی۔

مرتنی کا موبائل بھی گرتے گرتے بچا....
”آ.. آئی ایم سو سوری.. میں نے آپ کو دیکھا نہیں تھا!“ اس نے زمین پر گرمی کتابوں اور نوٹس کو دیکھتے ہوئے جھنجھلاہٹ کے ساتھ کہا۔

ہاتھ میں پکڑے موبائل کو پینٹ کی جیب میں ڈال کر نیچے بیٹھا اور کتابیں اٹھانے لگا۔

حیا جو غصے سے اسے دیکھ رہی تھی اس کے معذرت کرنے پر نیچے بیٹھ کر نوٹس سمیٹنے لگی۔ مرتضیٰ نے کتابیں اٹھا کر اس کی طرف بڑھائی،

سر اٹھایا تو نظریں اس کے جھکے چہرے سے ٹکرائیں اور وہیں جم گئیں۔ حیا نے نوٹس سمیٹ کر چہرہ اوپر اٹھایا اور اس کے ہاتھ سے کتابیں لینے کے لیے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا لیکن اس کی نظریں کا ارتکاز اپنے چہرے پر محسوس ہوا تو پتا چلا کہ نقاب تو چہرے سے ہٹ چکا تھا۔

اسے سامنے بیٹھے شخص سے زیادہ خود پر غصہ آیا، وہ غصے میں دوبارہ نقاب کرنا بھول گئی تھی۔

وہ جلدی سے کھڑی ہوئی اور اسکارف کے ایک پلو سے چہرہ ڈھانپا۔ مرتضیٰ کی محویت اس کے کھڑے ہونے پر ٹوٹی اور وہ بھی کھڑا ہو گیا۔

وہ اس کے سامنے کھڑی پہلے سے زیادہ غصے سے اسے گھور رہی تھی، ماتھے پر پڑے بلوں میں اضافہ ہو گیا تھا۔ مرتضیٰ کی نظر اس کی نظروں سے ملی، اس کا دل ان کا جل سے بھری، گہری آنکھوں میں ڈوب کر ابھرا تھا۔

حیا نے اس کے ہاتھ سے کتابیں کھینچیں، اسے ایک گھوری سے نوازتی آگے بڑھ گئی۔
اس کے کتابیں ہاتھ سے چھیننے پر وہ ہوش میں آیا اور اسے دور جاتا دیکھتا رہا....

ماہی اپنے کمرے میں تھی، وہ بیڈ سائیڈ ٹیبل کے دراز میں کچھ ڈھونڈ رہی تھی، دراز میں چیزیں ادھر
ادھر کرتے ماہی کے ہاتھ رُکے، اُسے ایک تصویر نظر آئی،

اُس نے تصویر کو اپنے ہاتھوں میں لیا اور پھر تصویر کو دیکھتے ہوئے دراز بند کیا اور بیڈ پر بیٹھ گئی۔

تصویر میں ایک 24-25 سال کا شخص، واٹ کلر کی ڈریس شرٹ پہنے، آنکھوں پر سن گلاسز
چڑھائے، چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ لیے، جیبوں میں ہاتھ ڈالے، وہ آسمان کو دیکھ رہا تھا....

وہ حماد کی تصویر تھی جسے ماہی نے سب سے چھپا کر رکھا ہوا تھا۔ ماہی ہونٹوں پر ہلکی مسکراہٹ لیے
تصویر کو دیکھے جا رہی تھی،

"میں آپ کو دیکھوں تو دل کرتا ہے بس دیکھتی رہوں، مجھے آپ کے ساتھ گُزارا ہوا ہر پل بہت اچھا لگتا ہے، میں آپ سے بہت محبت کرتی ہوں حماد.."

یہ کہہ کر وہ خود بھی شرمائی پھر ہنس دی.... تبھی اُسے عقیلہ کی آواز سنائی دی۔

"ماہی آکر لُچ کر لو.."

ماہی کی ہنسی کو بریک لگی۔

اس نے ہڑبڑا کر تصویر تکیے کے نیچے رکھ دی اور گھبرائی ہوئی آواز میں بولی۔

"آ..آ.. امی ابھی کچھ دیر رُکیں میں حیا کو کال کر کے بٹاتی ہوں، اگر وہ آئی تو ہم لُچ ساتھ کریں گے.."

اچھا.. ٹھیک ہے۔ "عقیلہ کی آواز سنائی دی۔

پھر ماہی نے بیڈ سے اپنا فون اٹھایا اور حیا کو کال کرنے لگی

حیا گاڑی ڈرائو کر رہی تھی۔

کالنگ لکھا آ رہا تھا۔ اس ہینڈ فری insane جب فون بجا اس نے اسکرین دیکھی، جس پر ماہی سیٹ کر کے کال رسیو کی۔

"السلام علیکم!" ماہی کی آواز آئی

"وعلیکم السلام..."

"کہاں ہو تم حیا؟"

"میں بس گھر جا رہی ہوں، کیوں خیریت؟"

"ہاں سب ٹھیک ہے۔"

"تم میرے گھر آ سکتی ہو؟"

"کیوں؟"

"کیوں کا کیا مطلب ہے ویلے ہی بٹا رہی ہوں آج لچ کرتے ہیں میری طرف کبھی مجھے بھی ٹائم دے دیا کرو تم!"

ماہی خفا خفا سی بولی۔

"ام..... اچھا ٹھیک ہے آتی ہوں۔" حیا نے سوچ کر بولا!

"اچھا سنو کچھ ہوا ہے کیا؟" ماہی حیرت سے بولی

"مطلب؟" حیا کو حیرانی ہوئی

"مطلب یہ کہ اتنا خشک خشک کیوں بول رہی ہو؟"

"آکر بتاتی ہوں..."

"جلدی آؤ! میں انتظار کر رہی ہوں خدا حافظ۔" ماہی نے فون بند کر دیا۔

ماہی اپنے کمرے میں بیڈ پر بیٹھی فون استعمال کر رہی تھی، جب دروازے پر دستک ہوئی

ماہی نے فون پر سے نظریں ہٹاتے بغیر کہا۔ Come in

دروازہ کھلا اور حیا اندر آئی، ماہی نے نظر اٹھا کر دیکھا اور بے اختیار مسکرائی، فون بیڈ پر رکھا اور بیڈ سے اتر کر حیا کے گلے لگ گئی۔

"السلام علیکم! کیسی ہو؟"

"وعلیکم السلام! میں ٹھیک ہوں تم سناؤ؟"

"میں ٹھیک ہوں، اللہ کا شکر" اس سے الگ ہوتے ہوئے ماہی نے کہا۔

"آؤ نہ بیٹھو!... میں تمہارے لئے کچھ پینے کو لاتی ہوں۔"

"ہوں... "حیا بولی اور ماہی کمرے سے باہر نکل گئی۔

حیا پاؤں سے جوتے اُتار کر بیٹھی اور تکیہ اٹھا کر گود میں رکھنے ہی لگی تھی کہ اُس کا ہاتھ رُکا، اُسے تکیے کے نیچے ایک تصویر نظر آئی جو اُلٹی پڑی تھی، حیا نے ہاتھ بڑھا کر تصویر اٹھائی اور سیدھی کی، پھر جلدی سے حیا نے تصویر "insane!!" تصویر دیکھتے ہی حیا کے منہ سے بے اختیار قہقہا نکلا، "رکھ کر اُس کے اوپر تکیہ رکھ دیا اور اپنی ہنسی ضبط کی۔

تبھی ماہی اندر آئی، ہاتھوں میں رُے اٹھائے وہ بیٹھ تک آئی، رُے بیڈ پر رکھی اور خود بھی حیا کے ساتھ بیٹھ گئی، حیا ہنسی روکے ہوئے اسے دیکھ رہی تھی۔

"لو.." ماہی نے گلاس اس کی طرف بڑھایا۔

حیا نے جوس کا گلاس اٹھایا اور لبوں سے لگایا، جوس کا گھونٹ بھر کر حیا بولی

"آج کیسا رہا تمہارا دن یونیورسٹی میں؟"

"اچھا تھا۔" ماہی ٹری سے جوس کا گلاس اٹھا رہی تھی۔

"آج تم یونیورسٹی سے گھر کس کے ساتھ آئی تھی؟" ماہی اس کی بات پر شرمائی۔

"کیا ہوا؟ میں نے ایسی تو کوئی بات نہیں کی کہ جس پر تم بلش کرو!!" حیا نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں ہے میں کہاں بلش رہی ہوں"

اور یہ کہہ کر وہ بیڈ سے اتر کر سامنے کھڑکی میں جا کھڑی ہوئی

حیا کو دال میں کچھ کالا لگا تو وہ بھی بیڈ سے اتر کر ماہی کے ساتھ آکھڑی ہوئی۔ "نہیں! کچھ تو ہوا ہے، بتاؤ کیا ہوا ہے؟"

"نہیں کچھ بھی تو نہیں ہوا!" ماہی کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے بولی

"کہاں ملی تھی اُس سے؟" حیا نے ہوا میں تیر چھوڑا۔

"کس سے؟" ماہی نے مسکراہٹ دباتے ہوئے کہا۔

"دیکھو مجھ سے اتنی منتیں نہیں ہوتیں، تم جانتی ہوں میں کس کے بارے میں بات کر رہی ہوں چلو اب اچھے بچوں کی طرح بتاؤ ورنہ مجھے اور بھی طریقے آتے ہیں...."

حیا نے اپنے ہاتھ کا مکا بناتے ہوئے کہا

ماہی نے اس کے کلمے والے ہاتھ کو دیکھا اور بڑبڑائی.... "اگر دوست ایسے ہیں تو دشمنوں کی کیا ضرورت ہے۔"

ماہی کی بڑبڑاہٹ کی آواز حیاتک پہنچ گئی تھی۔

"کیا؟ کیا کہا تم نے!!" حیا نے اپنا ہاتھ ماہی کے منہ کے قریب کیا اور پوچھا۔

"رُکو....رُکو بتاتی ہوں۔" ماہی ہرپڑا کر بولی۔ "وہ... آج میں یونیورسٹی سے حماد کے ساتھ گھر آئی تھی۔"

"کیا؟" حیا کا حیرت سے منہ کھل گیا۔

"ہاں!" ماہی بولی

"پر کیوں؟" حیا نے سوال کیا، پھر ماہی نے حیا کو سارا قصہ بیان کیا۔

"اچھا!... تو کیسا رہا سفر؟" حیا نے چھیڑنے والے انداز میں پوچھا۔

"بہت خوبصورت.. " ماہی مسکرا کر بولی۔

"اولے ہوئے....." حیا نے شرارت سے کہتے ہوئے اپنا کندھا ماہی کے کندھے سے ٹکرایا تو ماہی

نے واپس اپنا کندھا حیا کو مارتے ہوئے، شرما کر کہا

"دفع ہو جاؤ!!" اور مڑ کر بیڈ سے اٹھانے لگی۔

"میں یہ کچن میں رکھ کر آتی ہوں۔" اٹھا کر ماہی نے کہا

"میں بھی تمہارے ساتھ چلتی ہوں۔" حیا بولی۔ اور دونوں کمرے سے باہر نکل گئیں....

آفس میں معمول کا رش تھا سب اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے اندر باس کے کئین میں مرتضیٰ ریوالونگ چیئر پر بیٹھا، فائل اپنے سامنے رکھے، دونوں کہنیاں میز پر جمائے، کسی گہری سوچ میں گم تھا۔

اس کی آنکھوں کے سامنے وہ چہرہ، وہ آنکھیں، بار بار گھوم رہیں تھیں۔ وہ کیوں اس لڑکی کو اپنی سوچ سے نکال نہیں پا رہا تھا۔ اس سوال کا جواب اس کے پاس نہیں تھا...

ٹیبل کے دوسری طرف دو کرسیاں تھیں، جن میں سے ایک پر حماد بیٹھا فائل چیک کر رہا تھا، صفحے پلٹتے ہوئے حماد نے ایک نظر مرتضیٰ کو دیکھا، وہ کسی گہری سوچ میں گم نظر آ رہا تھا۔

حماد پھر فائل کے صفحے پلٹنے لگا، حماد نے پھر اسے سر اٹھا کر دیکھا، وہ یوں ہی سوچوں میں گم بیٹھا ہوا تھا، اب ہی بار حماد نے فائل بند کر کے سائیڈ پر رکھ دی، اور مرتضیٰ کو آواز دی

"مرتضیٰ!.." کوئی جواب نہیں "مرتضیٰ!!" اس دفعہ حماد ذرا اونچا بولا، مگر کوئی جواب نہیں

"مرتضیٰ...!" اس بار زور سے آواز لگانے کے ساتھ حماد نے ٹیبل پر زور سے ہاتھ بھی مارا، مرتضیٰ کا سکتا ٹوٹا، مرتضیٰ نے ہڑبڑا کر کمینیاں میز سے ہٹائیں۔ "ک... کیا ہوا؟"

"کن سوچوں میں گم ہو؟ کب سے آوازیں دے رہا ہوں تمہیں!!"

"sorry" اوہ... اچھا مجھے آواز نہیں آئی..

"اُس اوکے،" اس نے پھر سائنڈ پر پڑی فائل اٹھالی اور صفحے پلٹنے لگا..

کچھ لمبے بعد حماد نے پوچھا۔

"کن گہری سوچوں میں گم تھے؟"

مرتضیٰ جو فائل چیک کر رہا تھا، نظریں اٹھا کر حماد کو دیکھا۔

"یار پروجیکٹ کے بارے میں سوچ رہا تھا..."

مرتضیٰ کا امپورٹ اینڈ ایکسپورٹ کا بزنس تھا جبکہ حماد کا آرکیٹیکچر کا بزنس تھا، دونوں ہی اپنے والد کا بزنس سنبھال رہے تھے، اور دونوں ہی کامیاب بزنس مین تھے،

حماد مرتضیٰ کے چلپو کا بیٹا تھا، دونوں بچپن سے ہی گہرے دوست تھے، ایک دوسرے سے کبھی کچھ نہیں چھپاتے تھے اور دونوں ہی ایک دوسرے کا راز رکھنے میں ماہر تھے۔

اس سے پہلے کہ حماد کچھ بولتا اس کا فون بجا، حماد نے فون کی اسکرین کو دیکھا کسی کلائنٹ کی کال تھی، اس نے ایکسکیز کر کے کال رسیو کی اور کیبن سے باہر نکل گیا.....

کچن میں ماہی کیبنٹ سے کپس نکال رہی تھی، حیا کافی کا پیسٹ تیار کر رہی تھی، تبھی ماہی کو یاد آیا...

"تم آج فون پر اتنے غصے میں کیوں بول رہی تھی؟" ماہی نے کاؤنٹر پر کپس رکھتے ہوئے پوچھا۔ حیا جو پیسٹ پھینٹ رہی تھی وہ ٹکر یاد کر کے اسے نئے سرے سے غصہ آیا،

"آج ایک اندھے سے ٹکر ہوگئی تھی!!"

"کیا؟" ماہی کو حیرت ہوئی..

"ہاں! مجھے اُس وقت بہت غصہ آیا تھا۔ ایسے لوگوں کو نہ لڑکیوں سے ٹکرانے کا شوق ہوتا ہے۔"

"ارے کیوں؟ تم خود ہی تو کہہ رہی ہو کہ وہ اندھا تھا تو اُسے کیسے پتہ ہوگا کہ سامنے کون ہے!"
ماہی نے حیرت سے کافی بناتے ہوئے کہا،

وہ آنکھوں والا اندھا تھا.."حیا کو مزید غصہ آیا۔ "insane" اولے

"تو سب آنکھوں سے ہی اندھے ہوتے ہیں حیا!" ماہی نے ہنسی دباتے ہوئے کہا۔ حیا نے گھور کر اسے دیکھا، تو ماہی بولی

"مذاق کر رہی ہوں... ویسے غلطی تو تمہاری بھی ہے.. یہ لو.."

کافی کا کپ ماہی نے حیا کو دیا، جسے حیا نے غصے سے لیا،

"دیکھو اگر وہ اندھا تھا تو تمہیں تو دیکھ کر چلنا چاہیے تھا۔" ماہی نے کافی کا گھونٹ لیتے ہوئے کہا

"میری کیا غلطی ہے میں تو نقاب سیٹ کر رہی تھی.."

"نکر ہوئی.. حادثہ تھا گزر گیا، اب بات کو ختم کرو چاہے جس کی بھی غلطی تھی..." "حیا کچھ نہ بولی
کے گھر ڈنر relatives "اچھا ہاں۔۔۔۔" "اچانک سے ماہی کو کچھ یاد آیا، "کل شام ہمارے
ہے تو تم بھی میرے ساتھ چلو۔"

"میں؟ میں کیا کروں گی وہاں؟" "حیا نے کافی کا کپ رکھتے ہوئے کہا..

"ڈانس!!" کہہ کر ماہی نے کافی کا آخری گھونٹ بھرا اور کپ کاؤنٹر پر رکھ دیا۔

"مجھے کوئی شوق نہیں ہے تم کر لینا!!" "ماہی ہنسی نکل گئی ہنسی روک کر ماہی نے کہا..

"اچھا ایک کام کرتے ہیں دونوں کر لیں گے.."

"کیا بکواس کر رہی ہو!! وہ کیا سوچیں گے کہ جان پہچان ہی نہیں بس کھانا کھانے آگئی۔ میں نہیں

جاری۔ تو وہی بات ہو گئی نا جان نا پہچان میں تیرا مہمان.."

"نہیں یار ایسی کوئی بات نہیں ہے آئی بہت سویت ہیں، تمہیں ساتھ نہ لے کر جاتی پر مجبوری rude ہے میں وہاں بور ہو جاؤں گی ویلے تو ایک لڑکی ہے میری عمر کی وہاں لیکن وہ بہت ہے.. چلو نہ یار پلینز پلینز!!!!!!" ماہی نے معصوم سی شکل بنائی تو حیا اسے منع نہیں کر سکی۔۔۔

ماہی نے پرجوش انداز میں کہا تو حیا مسکرا دی..... yes "اچھا ٹھیک ہے چلوں گی۔۔۔"

اگلے دن حیا یونیورسٹی سے واپس گھر آئی۔ کپڑے بدلنے کے بعد وہ کچن میں داخل ہوئی، رمشا کچن میں کام کر رہی تھیں۔

"مام....؟"

"ہوں... "رمشا برتن دھوتے ہوئے بولیں۔

کے گھر ڈنر پر جارہی ہوں۔" relatives "مجھے آج شام کو ماہی کے ساتھ ان کے

"کیوں؟" رمشا کو حیرانی ہوئی۔

کے گھر ڈنر ہے تو ماہی نے مجھے ضد کر کے ساتھ آنے کو کہا relatives "وہ ماہی کے

ہے....."

"اچھا ٹھیک ہے پر شام کو میں نے اور زبیر نے بھی بزنس ڈنر پر جانا ہے...."

"اچھا!.. اگر آپ کو دیر ہوگئی تو میں ماہی کے گھر آپ کا انتظار کر لو گی...."

"ٹھیک ہے۔" رمشا بولی اور کام میں مصروف ہو گئیں.....

حماد کرسی پر بیٹھا موبائل استعمال کر رہا تھا مرتضیٰ کی آواز پر نے سر اٹھا کر دیکھا

"حماد وہ میں بتانا بھول گیا کہ آج ہمارے گھر شام کو ایک چھوٹا سا گیٹ ٹو گیدر ہے۔"

"کس سلسلے میں؟" حماد نے پوچھا۔

"یار چھوٹی سی بزنس میٹنگ ہے۔ تو میں سوچ رہا تھا کہ تم بھی آجاتے کچھ پروجیکٹس مل کر

اچھا ٹھیک hmmm ڈسکس کر لیتے..... آنٹی اور انکل کو بھی انوائٹ کیا ہے ڈیڈ نے..".

ہے اب تم اتنے پیار سے بلا رہے ہو تو میں آؤں گا۔" وہ پھر سے موبائل پر کچھ ٹائپ کرنے لگا

.... مرتضیٰ مسکرا دیا.....

ماہی شیشے کے سامنے کھڑی تھی... کھلے لمبے بال جو کمر پر لہا رہے تھے، آنکھوں میں ہلکا کاجل لگائے ہونٹوں پر ریڈ لپسٹک کے ساتھ ہلکی سے مسکراہٹ لیے، ریڈ کلر کا جالی دار فراک پہنے جو اس کے گھٹنوں سے تھوڑا اوپر تھا، اور اس کے بارڈر پر چمکدار سفید موتی گے ہوئے تھے،

پاؤں میں اس نے سمپل ریڈ ویلیوٹ کے پمپس پہنے ہوئے تھے، بائیں کلائی میں ریڈ کلر کے موتیوں کا بریسلیٹ پہنا ہوا تھا، کانوں میں ستارے کی شکل کے چھوٹے چھوٹے سفید ٹاپس جو روشنی میں چمک رہے تھے، گلے میں بھی سٹار کی شکل کا پینڈنٹ تھا۔

ڈوپٹہ گلے میں ڈالے وہ خود کو شیشے میں دیکھ رہی تھی وہ بہت پیاری لگ رہی تھی اور یہ بات وہ جانتی تھی پھر اس نے سائیڈ ٹیبل سے اپنا فون اٹھایا اور حیا کو کال کرنے لگی۔

حیا شیشے کے سامنے کھڑی اسکارف پن لگا کر حجاب سیٹ کر رہی تھی۔ اس نے کالے رنگ کا گھیرے دار فراک پہنا تھا جو اس کے ٹخنوں کو چھو رہا تھا۔

فراک کے گھیرے اور بازؤں پر سنہری رنگ کی کڑھائی ہوئی تھی۔ آنکھوں میں کاجل اور ہونٹوں پر لپ بام لگائی تھی۔

ہائیں ہاتھ کی کلائی میں گولڈن گھڑی پہنے اس کی تیاری مکمل تھی۔ شیشے میں نظر آتے اپنے عکس کو دیکھتی وہ کسی گہری سوچ میں گم تھی، آنکھوں میں نمی تیر رہی تھی۔

اس کی سوچ کا ارتکاز فون کی بجتی گھنٹی نے توڑا۔ اس نے آنکھیں بند کر کے نمی اپنے اندر اتاری۔
اور کال رسیو کی

"السلام علیکم۔" ماہی کی آواز آئی

"وعلیکم اسلام! حیا میں تمہیں پک کرنے آرہی ہو تم ریڈی ہو؟" کار میں بیٹھتے ہوئے ماہی نے کہا
اور ڈرائیور کو چلنے کا اشارہ کیا۔

"ہاں میں بس تیار ہوں تم آ جاؤ۔"

اور خدا حافظ کہہ کر فون بن کر دیا۔ حیا شیشے کے آگے سے ہٹ کر بیڈ کی طرف گئی اور بیٹھ کر
بلیک ہیل والے جوتے پہننے لگی

.....
مصعود ہاؤس میں سب تیار ہو چکے تھے۔

حماد اپنے کمرے میں شیشے کے سامنے کھڑا پرفیوم لگا رہا تھا

چمکتی کالی آنکھیں، اٹھی ہوئی ناک، ہونٹوں پر مدہم سی مسکراہٹ، واٹ ڈریس شرٹ پہن رکھی تھی، ڈارک بلیو پینٹ پہنے، دائیں کلائی میں سلور کلر کی گھڑی تھی، بالوں کو نفاست سے سیٹ کیا ہوا تھا،

پاؤں میں بلیک کلر کے شوز پہنے ہوئے تھے۔ وہ ڈیشنگ لگ رہا تھا (ماہی یہاں ہوتی تو حماد سے نظریں نہ ہٹا سکتی) پرفیوم لگا کر اس نے ٹیبل پر رکھا اور اسٹینڈ سے ڈارک بلیو کورٹ اٹھا کر پہنا۔۔۔ اور خود کو آخری بار شیشے میں دیکھا پھر سائیڈ سے کار کی کیز اٹھائیں اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

گاڑی علی والا کے اندر داخل ہوئی اور ڈرائیو وے پر رک گئی۔ وہ دونوں گاڑی سے اتریں۔ اب ماہی اور حیا علی والا کی انٹرنس پر کھڑی تھیں ماہی نے دروازہ کھولا، وہ دونوں اندر داخل ہوئیں، دونوں کو ہی حیرت کا شدید جھٹکا لگا،

سامنے صوفے پر حیا کی مام بیٹھی تھیں، حیا اور ماہی نے ایک دوسرے کو دیکھا۔۔۔۔۔ پھر حیا نے اپنی مام کو دیکھا۔۔۔۔۔ رمشا نے بھی حیا کو دیکھا وہ بھی حیران ہوئیں تھیں۔

ساتھ والے صوفے پر مرتضیٰ کی مام بیٹھیں تھی۔۔۔۔۔ تبھی رمشا اٹھ کر ماہی اور حیا کی طرف آئیں۔۔۔۔۔ ماہی نے انہیں آتا دیکھ کر بڑی گرم جوشی سے سلام کیا انہوں نے بھی اتنی ہی محبت سے ماہی کے سلام کا جواب دیا۔۔۔۔۔ سلام کر کے رمشا نے پوچھا

"حیا تم یہاں؟"

ماہی ان دونوں کو چھوڑ کر سب سے سلام کرنے کے لئے آگے بڑھ گئی،

ہیں جن کے بارے میں، میں نے آپ کو بتایا تھا relatives "جی مام یہی تو ماہی کے پر آپ یہاں کیسے؟"

"یہی تمہارے پاپا کے بزنس پاٹرنر کا گھر ہے۔"

اوہ۔۔۔۔۔ اچھا۔۔"

پھر رمشا نے سب سے حیا کا تعارف کروایا۔

مرتضیٰ اپنے کمرے میں شیشے کے سامنے کھڑا بال سیٹ کر رہا تھا۔ اس نے بلیک شرٹ پہنی تھی، جس کی آستین کہنیوں تک موڑ رکھی تھیں،

براؤن پیٹ اور پاؤں میں بلیک لیڈر کے چپل پہنے ہوئے تھے۔ خود پر پرفیوم چھڑک کر اس نے دائیں کلائی میں گھڑی پہنی۔ پھر خود کو ایک نظر دیکھ کر وہ کمرے سے باہر نکل گیا۔

خواتین لاؤنج میں بیٹھی ہوئی باتیں کر رہی تھیں، اور مرد اسٹڈی روم میں بیٹھے ہوئے تھے جہاں ابھی کچھ ہی دیر میں میٹنگ شروع ہونی تھی حماد اور مرتضیٰ ابھی وہاں موجود نہیں تھے، حیا اور ماہی لاؤنج میں بیٹھیں باتیں کر رہی تھیں،

چونکہ لاؤنج میں صرف عورتیں بیٹھی ہوئی تھیں اسی لئے اس نے اپنے چہرے سے نقاب اتلرا ہوا تھا۔ تبھی مرتضیٰ سیڑھیاں اترتے ہوئے لاؤنج میں آیا اور وہیں جم کر رہ گیا، سامنے وہ بیٹھی تھی۔

جس چہرے اور آنکھوں کو وہ دو دن سے سوچ رہا تھا وہ اس کے سامنے تھی یا پھر اس کا وہم تھا۔

حیا کا دیہان مرتضیٰ کی طرف نہیں تھا وہ ماہی کی طرف منہ کئے باتیں کر رہی تھی، اچانک اس کی نظر سامنے کی طرف اٹھی تو اس کی بولتی زبان کی،

یہ... یہ یہاں کیا کر رہا ہے؟ حیات نے حیرت سے سوچا اور جلدی سے رخ موڑ کر چہرہ ڈھانپا، ماہی نے اسکے رخ موڑنے پر پیچھے مڑ کر دیکھا

"ارے مرتضیٰ بھائی اسلام و علیکم!" ماہی کی آواز پر مرتضیٰ سوچ سے باہر نکلا،

"وعلیکم اسلام۔" وہ جواب دیتا ان تک آیا اور سب سے سلام کیا، ایک نظر حیا کو دیکھا اور پھر ماہی کو جیسے پوچھ رہا ہو کہ یہ کون ہے!

اس کے پوچھنے سے پہلے ہی ماہی بول اٹھی "مرتضیٰ بھائی یہ میری بیسٹ فرینڈ حیا زبیر ہے زبیر انکل کی بیٹی!" مرتضیٰ کو ایک اور دھچکا لگا۔

مرتضیٰ اور زبیر آپس میں بزنس پارٹنر تھے مرتضیٰ نے اپنے کچھ شیئرز ان کی کمپنی میں انویسٹ کیے ہوئے تھے اور مرتضیٰ اس بات سے بے خبر تھا کہ جس لڑکی سے وہ ٹکرایا تھا وہ ان کی بیٹی ہے، دونوں کو اپنی اپنی جگہ شک لگا تھا....

تبھی میں اینٹرنس کا کادروازہ کھلا اور حماد کے مام ڈیٹ اندر آئے، ان کے پیچھے ہی حماد اندر آیا سب نے دروازے کی طرف دیکھا۔ جس میں ماہی بھی شامل تھی۔ ماہی نے حماد کو دیکھا تو اسے حیرت کیا حماد کی فیملی بھی انوائٹ تھی ماہی نے سوچا.....؟

حماد نے سب سے سلام کیا اور مرتضیٰ اور اپنے ابو کے ساتھ اسٹیڈی روم میں میٹنگ کے لئے چلا گیا انہیں میٹنگ کے لئے دیر ہو رہی تھی اس لیے زیادہ بات کیے بغیر وہ دونوں میٹنگ کے لئے چلے گئے۔

ماہی تو خوشی سے پاگل ہو رہی تھی اور حیا کو پھر سے غصہ آ رہا تھا۔ ماہی نے حیا سے پوچھا "مرتضیٰ بھائی تمہیں اتنی حیرت سے کیوں دیکھ رہے تھے؟"

"یہی تھا وہ اندھا!!"

"کون اندھا؟"

"وہی جو مجھ سے ٹکرایا تھا۔"

"کہاں ہے؟"

"ارے وہی تمہارا مرتضیٰ بھائی.. کیا؟" ماہی کی ہلکی چیخ نکلی،

"آہستہ بولو!" حیا نے اس کا بازو دبوچا، پھر کچھ سوچ کر ماہی ہنسی،

"ویلے ٹکر بھی تمہاری ہینڈسم بندے سے ہوئی ہے۔"

حیا نے اسے گھورا اور سرگوشی کی-----

"فضول باتیں مت کرو!!"

"اچھا چھوڑو نا حیا اب اس معاملے کو ختم بھی کرو۔-----" ماہی کو اب چڑ ہو رہی تھی۔

"اچھا سنو مجھے نہیں پتا تھا کہ حماد بھی یہاں انوائٹڈ ہیں، ورنہ میں اور اچھے سے تیار ہو کر آتی۔" حیا نے اسکی بات پر اپنی ہنسی ضبط کی اور کہا

"پہلے ہی چڑیل لگ رہی ہو اور تیار ہوتی تو ڈائن لگتی۔-----"

ماہی کا مسکراتا چہرہ ایک دم بھجا، اس نے گھور کر حیا کو دیکھا،

"کیا.... کیا بولا تم نے!!-----؟"

"اچھا اچھا سوری مذاق کر رہی ہو بہت پیاری لگ رہی ہو، ماشاء اللہ"

"آج تو حماد نے بھی تمہیں دیکھا تھا۔" اس بات پر ماہی نے اپنا غصہ بھول کر مسکرا کر پوچھا

"سچی؟؟؟؟"

"ہوں.."

اسی وقت سیڑھیوں سے ٹک ٹک کی آواز آئی۔ حیا اور ماہی نے گردن موڑ کر دیکھا..

سیڑھیاں اترنے والی نے ڈارک گرین کلر کی سلپولیس میکسی پہنی تھی۔ پاؤں میں سلور پنسل ہیل والی سینڈلز پہنیں تھی۔ ڈارک میک اپ، ایک ہاتھ میں بریسلٹ اور دوسرے میں گھڑی...

بھورے شولڈر کٹ بال جو اس کے شانوں پر لہرا رہے تھے۔ اسے دیکھتے ہی سارہ (مرتنی اور زرش کی امی) اپنی جگہ سے کھڑی ہوئیں اور سب سے اس کا تعارف کروایا۔

"یہ زرش علی ہے، میری بیٹی.."

زرش سب سے سلام کرنے کے بعد حیا کے سامنے والے صوفے پر ٹک گئی اور موبائل پر مصروف ہوگئی۔ حیا نے گہری نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

ڈنر لگ چکا، خواتین ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھی ہوئی تھیں جبکہ مرد سٹیڈی روم میں ہی کھانا کھا رہے تھے.... ٹیبل پر بہت سے لوازمات پڑے تھے، سب خواتین آپس میں باتیں کر رہی تھیں، زرش، ماہی اور حیا اپنی باتوں میں مصروف تھیں۔ زیادہ باتیں تو ماہی ہی کر رہی تھی۔

رائس کھاتے ہوئے ماہی نے زرش سے پوچھا.....

"آج کل کیا کر رہی ہوں زرش؟؟؟"

وہ جو مسلسل موبائل پر کچھ ٹائپ کئے جا رہی تھی، موبائل پر سے نظریں ہٹا کر بولی

سمیٹر چل رہا ہے میرا۔۔۔۔۔"last" بس ابھی

"اچھا تو پھر اس کے بعد کیا پلین ہے، شادی کا؟" ماہی مذاق میں بولی

زرش نے ایک تیکھی نگاہ ماہی پر ڈالی۔۔۔۔۔ تو ماہی نے فوراً کہا

"سوری میں مذاق کر رہی تھی۔۔۔۔۔"

زرش نے جواب نہیں دیا۔۔۔ اور موبائل پر پھر سے ٹائپ کرنے لگی۔۔۔۔۔

"اچھا موم میں آپ کو بتانا بھول گئی تھی کہ آج میرے ایک فرینڈ کے گھر پارٹی ہے تو میں وہاں جا رہی ہوں۔۔" زرش سارہ سے مخاطب ہوئی

"اچھا ٹھیک ہے پر جلدی آ جانا تم جانتی ہو نا مرتضیٰ کو وہ ایسی چیزیں پسند نہیں کرتا۔"

"ہاں ہاں مجھے پتا ہے۔" اس نے لاپرواہی سے کہا سب کو خدا حافظ کہہ کر وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور باہر کی طرف نکل گئی

ماہی اور حیا نے ایک دوسرے کو دیکھا۔۔۔۔۔

انہیں عجیب لگا کیونکہ رات کے ساڑھے نو بج رہے تھے اور ذرّش اس وقت اپنے دوست کے گھر
جاری تھی۔

.....

اسٹڈی روم میں سب جینٹس ڈنر کر رہے تھے اور حماد کسی سے گفتگو کر رہا تھا گفتگو ختم کر کے
اس نے مرتضیٰ کی طرف دیکھا جو اس کے سامنے بیٹھا ہوا تھا، وہ بالکل گم سا کسی اور دنیا میں تھا۔

تبھی حماد نے ہلکا سا کھانس کر

اپنی طرف متوجہ کیا، مرتضیٰ آواز پر اپنی سوچوں سے باہر نکلا

"کیا ہوا کہاں گم ہو؟" حماد نے سرگوشی کی۔

"نہیں کہیں گم نہیں ہوں۔"

"میں کافی دنوں سے تمہیں نوٹ کر رہا ہوں تم یوں ہی کسی سوچ میں گم رہتے ہو سب ٹھیک ہے
نا؟ کوئی ٹینشن ہے تو مجھے بتاؤ۔"

"نہیں نہیں ایسی کوئی بات نہیں حماد تمہیں غلط فہمی ہو رہی ہے۔"

پر حماد کو تسلی نہیں ہوئی۔۔۔ اس نے سوچا کہ وہ بعد میں اس بارے میں مرتضیٰ سے پوچھے
گا۔۔۔۔ اور باتوں میں مصروف ہو گیا۔

سب ڈنر کر کے نکل چکے تھے، حیاتھوڑی دیر پہلے ہی نکلی تھی، اور ماہی بس جانے کی تیاریوں میں
تھی۔ ماہی مین ڈور سے نکل ہی رہی تھی کہ اسے آواز آئی
"ماہی..!" حماد نے پکارا....

اور یہ وہ آواز تھی جس پر ماہی کے قدم ہی نہیں، سانس بھی رک جاتی تھی صرف دل کی ڈھکن تیز
ہوتی تھی..

ماہی مڑی حماد کو دیکھا تو اس کی نظر بس اس پر ہی جم گئی۔۔۔ وہ سامنے سے چلتا آ رہا تھا۔۔۔۔
اس کی آواز پر اس کا ارتکاز ختم ہوا۔

"السلام علیکم کیسی ہو ماہی؟"

"وعلیکم اسلام میں ٹھیک ہوں آپ کیسے ہیں؟"

"

الحمد للہ وہ میں میٹنگ میں بڑی تھا اس لئے تم سے بات نہیں کر سکا اس وقت.."

"کوئی بات نہیں۔" ماہی کو حماد کی کوئی بات بری نہیں لگ سکتی تھی.. حماد نے اسے سر سے پیر تک دیکھا، اور کہا

"لوکینگ بیوٹیفل...."

ماہی اس کی بات پر تھوڑا سا شرمائی "تھینکیو!"

ماہی نے حماد کو دیکھا اور تعریف کے لئے لب کھولے ہی تھے کہ....

"میں آج بہت... ہینڈسم لگ رہا ہوں نا!" حماد نے مسکراہٹ دہائی اور بہت پر زور دیتے ہوئے کہا

دونوں کو ہی کچھ یاد آیا تھا

ماہی حماد کی بات کا اشارہ سمجھ گئی تھی، وہ ہنس دی اور کہا

"جی بہت!"

اس کی بات پر وہ بھی مسکرا دیا۔۔۔۔۔

حیا اور ماہی دونوں ایک ہی نیورسٹی میں پڑھتی تھیں دونوں کے سبجیکٹس اور ٹائمنگ ڈفرنٹ تھی۔

ماہی آرکیٹیکچر پڑھ رہی تھی۔ جب کہ حیا بزنس کی فیلڈ میں تھی۔۔۔۔۔ آج دونوں ہی یونیورسٹی سے ہو گئیں تھی۔۔۔۔۔ حیا نے ماہی کو گھر ڈراپ کرنے کی آفر دی تھی۔۔۔۔۔ جسے ماہی free جلدی نے خوشی سے قبول کر لیا تھا، پر گھر جانے سے پہلے ماہی کو اپنی اسائنمنٹ کے سلسلے میں حماد سے کچھ کام تھا،

جبکہ حیا کا بالکل موڈ نہیں تھا وہاں جانے کا پر ماہی نے تو اسے ساتھ لے جانے کی ٹھان رکھی تھی۔۔۔۔۔ وہ اس کے اصرار پر ساتھ چلنے کو تیار ہو گئی۔۔۔۔۔ اس نے وہ دونوں پہلے حماد کے آفس گئیں۔

حماد اپنے کیبن میں بیٹھا کسی سے فون پر بات کر رہا تھا، کہ دروازہ کھلا اور ماہی اور حیا اندر آئی حماد نے ان دونوں کو دیکھا..

"میں آپ سے بعد میں بات کرتا ہوں" اور خدا حافظ کہہ کر فون بند کر دیا.

"السلام علیکم!"

"وعلیکم السلام.." دونوں نے جواب دیا. حماد نے بیٹھنے کا اشارہ کیا تو وہ دونوں بیٹھ گئی

"آپ دونوں یہاں خیریت؟"

"جی سب ٹھیک ہے وہ مجھے اپنی اسائنمنٹ کے سلسلے میں آپ سے کچھ ڈسکس کرنا تھا تو اس لیے آئی ہوں." ماہی کی کہا

"اچھا!! چائے یا کافی؟" حماد نے دونوں کو دیکھتے ہوئے پوچھا

"نہیں شکریہ..." اب کی بار حیا نے جواب دیا.

لیکن حماد نے پھر بھی کافی آرڈر کر دی

"تو بتاؤ کیا ڈسکس کرنا تھا؟"

ماہی نے ہاتھ میں پکڑی فائل حماد کے سامنے کی حماد نے اسے کھولا اور پڑھنے لگا پھر ماہی کو سمجھانے لگا، حیا ان دونوں کی باتیں سن رہی تھی۔

ماہی حماد کو دیکھے جا رہی تھی، وہ اسے دیکھتے کہیں گم ہو گئی تھی، آواز سنائی دے رہی تھی پر لفظ سمجھ نہیں آرہے تھے۔

تبھی حماد کا فون بجا اس نے ایکسکیوز کر کے کال رسیو کی۔

"ماہی میں بور ہو رہی ہوں تم جلدی سے یہ کام ختم کر کے گاڑی میں آجانا میں جا رہی ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔" حیا کرسی سے اٹھ کر دروازے تک گئی اور دروازہ کھولا ہی تھا....

کہ دوسری طرف سے بھی کوئی اندر داخل ہوا تھا اور یہ حیا ٹکرائی تھی.... حیا کا سر اس کے سینے سے ٹکرایا تھا۔

"آ..آ..آ.." وہ ناک پکڑ کر کراہی تھی۔ سامنے والے کو لگا کہ سیکرٹری اس کے ساتھ ٹکرائی ہے تو اس نے کچھ سخت کہنے کے لیے منہ کھولا ہی تھا کہ حیا نے سر اٹھا کر دیکھا اور وہ وہیں ساکت ہو گیا

حیا نے دیکھا وہ مرتضیٰ تھا۔

ماہی اور حماد دونوں نے حیا کی کراہنے کی آواز سن کر دروازے کی طرف دیکھا.... حماد نے فائل بند کی اور حیران نظروں سے دونوں کو دیکھا جبکہ ماہی نے اپنی مسکراہٹ دبائی۔

"تم.... تم یہاں بھی، مجھے لگتا ہے کہ تم اپنی آنکھوں کا استعمال نہیں کرتے..." حیا غصے سے اسے گھور رہی تھی... اور وہ ساکت سا کھڑا اسے دیکھ رہا تھا....

آواز تو سنائی دے رہے تھے پر دماغ الفاظ نہیں سمجھ پارہا تھا۔

"مجھے لگتا ہے کہ آپ کو لڑکیوں سے جان بوجھ کر ٹکرانے کی عادت ہے۔"

حیا نے غصے سے کہا اور ماہی کی طرف منہ موڑ کر بولی

"میں تمہارا گاڑی میں انتظار کر رہی ہوں، جلدی آؤ!"

پھر مرتضیٰ کی طرف رخ کیا۔

"اب آگے سے ہٹ بھی جائیں!" وہ غصے سے ہر لفظ چبا کر بولی اور ایک تیکھی نگاہ مرتضیٰ پر ڈالی،
باہر نکل گئی۔

حماد نے حیران نظروں سے ماہی اور مرتضیٰ کو دیکھا پھر ماہی نے اپنی نظر حماد پر کی اور مسکرائی

"میرا کام ہو گیا ہے میں چلتی ہو خدا حافظ...."

ماہی کرسی سے اٹھ کر دروازے تک آئی جہاں مرتضیٰ کھڑا تھا... ماہی نے مرتضیٰ کو دیکھا اور کہا

"مرتضیٰ بھائی پلیز آپ اس کی باتوں کو مائنڈ مت کیجئے گا.. تھوڑی پاگل ہے، غصہ ہر وقت اس کی ناک پر رہتا ہے۔"

وہ دونوں گاڑی میں بیٹھیں تھی

"تمہیں مرتضیٰ بھائی کو اتنی باتیں نہیں سنانی چاہیے تمہیں وہ جان بوجھ کر تو نہیں ٹکرائے تھے اور اس دن تمہاری غلطی بھی تھی یہ صرف اتفاق تھا۔" ماہی نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

"ہاں یہ تو بالی وڈ کی کوئی مووی ہے جس میں ہیرو ہیروئن سے بار بار اتفاق سے ٹکراتا ہے۔" حیا طنزیہ لہجے میں بولی

"مطلب تم مرتضیٰ بھائی کو ہیرو اور خود کو ہیروئن کہہ رہی ہو!" ماہی نے ہنسی ضبط کرتے شرارتی لہجے میں بولا

"ماہی!!!" حیا نے دانت کچکپائے اور ماہی کو گھورا، ماہی نے فوراً ہونٹوں پر انگلی رکھی،

اس کی اس حرکت پر حیا نے ہونٹ بھیج کر مسکراہٹ ضبط کی اور نگاہ ونڈا سکرین پر جمادی۔

مرتضیٰ کرسی پر بیٹھا مسکرا رہا تھا اور حماد حیرت سے اسے گھور رہا تھا

"مرتضیٰ علی دی بزنس ٹائیکون، جو کبھی لڑکیوں کو لفٹ نہیں کراتا تھا آج ایک لڑکی اسے اتنی باتیں سنا گئی اور وہ چپ کھڑا سنتا رہا سٹینج....!" حماد نے طنزیہ لہجے میں بولا

مرتضیٰ کی مسکراہٹ گہری ہوئی حماد کو کچھ اور حیرانی ہوئی

"او بھائی تیرا دماغ تو جگہ پر ہے نا اور کیا کہہ رہی تھی وہ کہ، تجھے لڑکیوں سے ٹکرانے کی عادت ہے.." اس بات پر مرتضیٰ دل کھول کر ہنسا تھا...

اس نے ابھی اپنی فیلنگز کے بارے میں حماد کو کچھ نہیں بتایا کیونکہ وہ خود بھی کنفیوز تھا

"اوہ... اتنا کچھ ہو گیا اور جناب نے ہمیں بتایا بھی نہیں۔"

"نہیں یار ایسی کوئی بات نہیں ہے میں خود اتنا کنفیوژڈ تھا کہ مجھے سمجھ ہی نہیں آرہی تھی میں کیا کروں۔"

ماہی ابھی کچھ دیر پہلے ہی سونے کے لیے کمرے میں آئی تھی اور بیڈ پر بیٹھی موبائل استعمال کر رہی تھی، موبائل استعمال کرتے ہوئے، اسکرین پر ریمائڈ الرٹ کا نوٹیفیکیشن جگمگا رہا تھا، ریمائڈ اوپن کیا تو ایک دم جھٹکے سے اٹھی۔

اور ڈیٹ 2 دن بعد کی تھی یعنی دو دن بعد brother arrival ریما سٹڈر کا ٹائٹل تھا
ماہی کا بھائی حمید واپس آ رہا تھا.....

.....

صبح کے دس بج رہے تھے، نیلے آسمان پر سورج اپنی پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا،

ماہی اپنے والدین کے ساتھ اسلام آباد انٹرنیشنل ایئرپورٹ پر حمید کے آنے کا بے صبری سے انتظار
کر رہی تھی۔ آج حمید آصف اس کا بڑا بھائی پاکستان واپس آ رہا تھا، ماہی کے تو خوشی سے پیر زمین پر
نہیں ٹک رہے تھے... حمید ماہی سے دو سال بڑا تھا اور وہ بزنس ایڈمنسٹریشن میں اسپیشل آنریشن
کرنے کے لیے امریکہ گیا ہوا تھا۔

ماہی اپنی نظریں ادھر ادھر دوڑائے حمید کو ڈھونڈ رہی تھی، تبھی اُس کی نظر سامنے سے آتے ہوئے
شخص پر پڑی..

اچھا قد، گندمی رنگت، چھوٹے گلے بال، کالی آنکھیں، ہلکی داڑھی، ستواں ناک، ہونٹوں پر مسکراہٹ، لائٹ بلیو شرٹ کے نیچے بلیک پینٹ پہنے، پیروں میں کالے جاگرز، کندھے پر بیگ لٹکائے، چلتا آ رہا تھا، حمید بھائی!! ماہی چیخی اور اُس کی طرف بھاگی، ماہی کو آتا دیکھ، اس کی مسکراہٹ اور گہری ہوگئی، ماہی اُس کے گلے لگ گئی،

"السلام علیکم! بھائی کیسے ہیں آپ؟" وہ پرہوش لہجے میں بول رہی تھی

"وعلیکم السلام، اللہ کا شکر میں بالکل ٹھیک ہوں، میری گریا کیسی ہے؟"

"الحمد للہ میں بھی بالکل ٹھیک ہوں، آپ کو پتہ ہے میں نے آپ کو کتنا مس کیا!!"

ماہی حمید سے الگ ہوتے ہوئے بولی، حمید اس کی بات پر کھل کر مسکرایا تھا۔

"یہ تم بعد میں بتانا کہ کتنا مس کیا تھا، مجھے امی ابو سے بھی ملنے دو۔"

ماہی منہ بناتی ساڈ پر ہوئی، حمید اس کی بچگانہ ہرکت پر کھلکھلاتا آصف صاحب کے گلے لگ گیا....

مرتضیٰ اپنے کمرے میں چکر کاٹ رہا تھا۔ وہ فجر کی نماز پڑھ کر جوگنگ کے لیئے گیا تھا کہ شاید تازہ ہوا سے اس کا دل و دماغ پرسکون ہو جائے، لیکن وہ لڑکی.. حیا اس کے ذہن سے نہیں نکل رہی تھی

اس کے بارے میں سوچتے ہوئے اسے اپنا دل کی ڈھڑکنیں بے قابو ہوتی محسوس ہوتی تھیں....
اب بھی اس کی سوچ کی پرواز حیا کے گرد ہی گھوم رہی تھی۔

"میں اس لڑکی کو اپنے ذہن سے کیوں نہیں نکال پا رہا ہوں، کیوں اُس کا چہرہ بار بار میری آنکھوں کے سامنے آ رہا ہے،"

وہ زیر لب برہڑائے جا رہا تھا،

"مجھے پہلے تو کبھی کسی لڑکی کو دیکھ کر ایسا محسوس نہیں ہوا، جیسا میں اب محسوس کر رہا ہوں، وہ بہت خوبصورت بھی نہیں ہے، ایک عام سی لڑکی ہے، لیکن پھر بھی میرے حواسوں پر سوار ہے۔"

وہ عام سی لڑکی نہیں ہے اس کے دل نے اس کے دماغ کی تردید کی تھی۔

"کیا یہ صرف ایئریشن ہے یا کچھ اور..." وہ کچھ محلے سوچتا رہا لیکن اس سوال کا جواب اس کے پاس نہیں تھا۔ وہ دونوں ہاتھوں میں سر پکڑے بیڈ پر بیٹھا تھا۔

اسے اس ماحول سے، اُس کی سوچ سے دور جانا چاہیے، شاید اس کا اضطراب ختم ہو جائے...، فیصلہ کرتے ہی سائڈ ٹیبل پر پڑا فون اٹھا کر کال ملانے لگا۔

"السلام علیکم.. مجھے یہ معلوم کرنا تھا کہ کیا آج رات یا کل صبح اٹلی کی کوئی فلائٹ ہے ہے؟" available

سب ٹی وی لاؤنج میں بیٹھے تھے، حمید اپنے بیگ سے گفٹ نکال رہا تھا۔ اس نے ایک شال نکالی اور عقیلہ کی طرف بڑھائی،

"ماما یہ میں آپ کے لئے لایا ہوں، کیسی ہے؟"

"بہت پیاری ہے۔" عقیلہ شال کو دیکھتے ہوئے بولیں،

"اور بابا یہ آپ کے لئے"، حمید نے پرفیوم کی بوتل آصف کی طرف بڑھائی، جسے آصف نے مسکرا کر لیا،

"اور میرے لیے کیا لائے ہیں؟"، ماہی کو تجسس ہوا،

"اوہ نو، ماہی میں تمہارے لئے تو لانا بھول ہی گیا!" حمید مسکراہٹ دباتے ہوئے بولا،

ماہی کی مسکراہٹ اور آنکھوں کی چمک غائب ہوئی، وہ منہ پھٹلائے، پیر پٹختے ہوئے کمرے میں چلی گئی،

ارے ماہی سنو تو، ماہی.... "حمید ہنستا ہوا اس کے پیچھے گیا تھا...."

آصف اور عقلیہ مسکراتے ہوئے اپنے بچوں کو دیکھ رہے تھے اور دل میں اللہ کا شکر ادا کر رہے تھے۔

حماد ڈاننگ ٹیبل پر بیٹھا ناشتہ کر رہا تھا، جب اس کا فون بجا، جوس پیتے ہوئے حماد نے فون کی اسکرین کو دیکھا جس پر مرتضیٰ کالنگ لکھا آ رہا تھا، حماد نے مسکراہٹ کے ساتھ فون اٹھایا

"اسلام علیکم کیسے ہو مرتضیٰ؟"

"وعلیکم السلام.. الحمد للہ میں ٹھیک ہوں، تم کیسے ہو؟"

"الحمد للہ میں بھی ٹھیک ہوں۔"

اچھا سنو مجھے تمہیں کچھ بتانا تھا۔" مرتضیٰ سیڑھیاں اترتے ہوئے بولا،

"ہوں بولو!"

"میں آج رات کی فلائٹ سے اٹلی جا رہا ہوں ایک ہفتے کے لئے..." مرتضیٰ آخری سیڑھی پر رکے ہوئے بولا

"کیوں؟ یوں اچانک؟" حماد کو حیرت ہوئی،

"ہاں بس بزنس میٹنگز اٹینڈ کرنی ہیں۔"

"اچھا... لیکن کل جب ہم لے تھے تو تم نے اپنے جانے کا ذکر نہیں کیا تھا!"

"ہاں.. پہلے جانے کا ارادہ نہیں تھا لیکن میٹنگ ضروری ہے تو سوچا چلا جاؤں۔ عامر کا فون آیا تھا وہ بھی کہہ رہا تھا کہ میں خود بھی میٹنگ میں شامل ہوں۔"

عامر مرتضیٰ اور حماد دونوں کا دوست تھا جو اپنی فیملی کے ساتھ اٹلی میں مقیم تھا، اور مرتضیٰ کے بزنس کی اٹلی والی براچ سمجھال رہا تھا۔

"ہممم... چلو ٹھیک ہے اپنا خیال رکھنا۔ اسد حافظ۔"

مرتضیٰ نے جھوٹ بول کر حماد کو تو مطمئن کر دیا تھا، لیکن اپنے دل کا کیا کرتا جس کی ہر دھڑکن اُس کے نام کا ورد کر رہی تھی....

ماہی اپنے کمرے میں کھڑکی کے سامنے منہ پھلائے کھڑی تھی، تبھی دروازے پر دستک ہوئی،

دروازہ کھلا اور حمید اندر آیا، ماہی نے ایک نظر حمید پر ڈالی اور پھر کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی،

حمید اپنے دونوں ہاتھ پیچھے کیے ہوئے قدم بڑھاتا اس کے ساتھ آکھڑا ہوا، اسے دیکھتے اس نے پوچھا،

"ناراض ہو؟" ماہی کچھ بھی نہیں بولی،

حمید نے کچھ مٹے اسے دیکھا اور پھر اپنے پیچھے کیے ہوئے ہاتھ آگے کو بڑھائے،

اُس کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا ڈبہ تھا، ماہی نے اس ڈبے کو دیکھا اور پھر حمید کو، ماہی کو دیکھتے ہوئے حمید بولا

"ایسا ہو سکتا ہے کہ میں اپنی گڑیا کے لئے کوئی تحفہ نہ لاؤں۔"

اس کی بات سن کر ماہی کے چہرے پر ایک گہری مسکراہٹ آئی،

اس نے جلدی سے حمید کے ہاتھ سے ڈبہ لیا اور اُسے کھولنے لگی، ڈبہ کھولنے ہی، ماہی کی آنکھیں چمکیں،

ڈبے میں ایک سلور کلر کی گھڑی تھی، جو سمپل تھی اور ڈیسنٹ بھی، ماہی نے جلدی سے وہ گھڑی ڈبے سے نکال کر اپنے ہاتھ میں پہنی اور اپنا ہاتھ حمید کے سامنے بڑھا کر کہا،

"کیسی لگ رہی ہے؟" حمید مسکرا کر گھڑی کو دیکھتے ہوئے بولا،

"بہت پیاری"

ماہی اس کی بات پر ہنسی اور پھر حمید کے گلے لگ کر بولی،

"تھینکیو بھائی..... آئی لو یو سوچ!"

حمید نے اس کا ماتھا چوما "آئی لو یو ٹو!....."

حیا صوفے پر بیٹھی ناشتہ کر رہی تھی اور ساتھ ٹی وی بھی دیکھ رہی تھی۔

تبھی ساتھ پڑا اس کا فون بجا، اس نے فون کی اسکرین کو دیکھا، ماہی کی کال آرہی تھی، حیا نے کال ریسپونڈ کی،

"السلام علیکم.." کال ریسیو کرتے ہی دوسری طرف سے ماہی کی آواز سنائی دی۔

"وعلیکم السلام! کیسی ہو؟"

"ٹھیک ہوں تم سناؤ کیسی ہو؟"



"الحمد للہ ٹھیک ہوں.."

"کیا کر رہی تھی؟" ماہی نے سوال کیا

"بس ناشتہ کر رہی ہوں۔"

"ناشتہ اس وقت؟" ماہی کو حیرانی ہوئی

"ہاں کیوں؟"

"ٹائم دیکھا ہے تم نے دن کے ساڑھے بارہ ہو رہے ہیں، اس وقت تو لوگ دن کے کھانے کی تیاری کر رہے ہوتے ہیں، اچھا سنو مجھے تمہیں کچھ بتانا تھا۔"

"ہوں؟"

"میں نے شلپنگ کا پلان بنایا تھا تو کل چلو کی میرے ساتھ؟"

"شلپنگ واؤ... ہاں ضرور چلوں گی۔"

"ٹھیک ہے پھر کل صبح جلدی تیار رہنا۔"

ماہی اور حیا دونوں ہی شلپنگ کی دیوانی تھیں۔

"او کے!...."

دونوں نے خدا حافظ کہہ کر فون بند کر دیا

حیا اور رمشہ ڈائینگ ٹیبل پر بیٹھی ڈنر کر رہی تھیں۔

"آج آپ کے شوہر کہاں ہیں؟" حیا نے رمشہ سے سوال کیا تھا۔ جس پر رمشہ نے اسے آنکھیں دکھائی تھیں۔

"وہ تمہارے بھی کچھ لگتے ہیں۔"

لیکن وہ ہیں کدھر؟ "Whatever ان کی بات پر حیا نے لاپرواہی سے کندھے جھٹکے۔"

"کسی بزنس ڈنر پر گئے ہیں۔"

"ہممسم.."

اور پھر سے کھانے کی طرف متوجہ ہوگئی جبکہ رمشہ تفکر میں گھری اسے دیکھ رہیں تھی۔

نیلے آسمان پر سورج اپنی کرنیں پھیلائے پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا،

دن کے ساڑھے گیارہ بج رہے تھے،

اندر کمرے میں حیا بیڈ پر کبل میں لپٹی سو رہی تھی، پردے آگے ہونے کی وجہ سے کمرے میں تاریکی تھی۔

دروازہ کھلا اور ماہی اندر داخل ہوئی، کمرے میں اندھیرا اور حیا کو سوتا دیکھ ماہی کی مسکراہٹ غائب ہوئی اس نے آگے بڑھ کر پردے ہٹائے،

حیا کی آنکھیں روشنی کی وجہ سے چندھیا ئیں اُس نے کبل منہ پر کر لیا۔

ماہی قدم بڑھاتی اس تک آئی اور کسبل کھینچا۔

"اُٹھو حیا، میں نے کیا کہا تھا کہ جلدی تیار ہو جانا ہم نے شلپنگ پر جانا ہے اور تم یہاں سو رہی ہو!" ماہی کو غصہ آیا...

حیا نے ماہی کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے پاس پڑا تکیہ اٹھا کر اپنے منہ پر رکھ لیا،

ماہی نے تکیہ کھینچا.. "تمہیں پتا ہے ٹائم کیا ہو رہا ہے، ساڑھے گیارہ ہو رہے ہیں!!!"

اس کی بات سن کر حیا ایک جھٹکے سے اُٹھی،

"کیا ساڑھے گیارہ ہو رہے ہیں؟"

"چلو شکر ہے تمہیں...."

ابھی ماہی کی بات پوری مکمل ہوئی نہیں تھی کہ

"میرے پاس صرف آدھا گھنٹہ رہتا ہے..."

"کس لئے؟" ماہی نے حیرانی سے پوچھا،

"سونے کے لئے" اور یہ کہہ کر حیا پہر سے لیٹ گئی،

ماہی کو تو اس کی بات سن کر آگ ہی لگ گئی تھی۔

اس بار ماہی نے بازو سے کھینچ کر حیا کو اٹھایا،

"حیا اٹھو اب بس کر دو، دیر ہو رہی ہے یار۔"

اتنا اٹھانے کے بعد آخر کار حیا منہ بنا کر اٹھ ہی گئی.. جیسے اس نے ماہی پر احسان کیا ہو...

آج مرتضیٰ کو اٹلی آئے ہوئے دو دن گزر چکے تھے،

وہ سمندر کے کنارے کھڑا تھا، پانی کی تیز لہریں پتھروں سے ٹکرا کر واپس چلی جاتی تھیں، لہروں کو دیکھتے وہ سوچوں میں گم تھا،

مجھے لگتا ہے آپ کو لڑکیوں سے جان بوجھ کر ٹکرانے کی عادت ہے۔ اُس کی باتیں اس کے ذہن میں گھوم رہی تھیں،

وہ اسے وہاں بھی بھٹلا نہیں پایا تھا، اس نے بہت کوشش کی تھی خود کو کام میں مصروف کر کے بھی، لیکن فراغت پاتے ہی اس کی سوچوں اور دھڑکنوں کا محور حیا ہی ہوتی تھی۔

اُسے آہستہ آہستہ یہ محسوس ہو رہا تھا کہ یہ اٹرکشن نہیں بلکہ کچھ اور ہے..... شاید محبت.....

حیا اور ماہی دونوں شاپنگ مال میں گھوم رہی تھیں، دونوں نے ہاتھوں میں شاپنگ بیگز اٹھائے ہوئے تھے،

وہ یہاں وہاں نظریں دوڑائے چیزیں دیکھ رہی تھیں، تبھی حیا بولی

"ماہی مجھے بہت بھوک لگ رہی ہے، تمہارے وجہ سے میں نے ناشتا بھی نہیں کیا تھا، کیوں نہ کچھ کھانے چلیں..؟"

"ہاں ویلے بھوک تو مجھے بھی لگی ہے اور ناشتا تم نے اپنی وجہ سے نہیں کیا اگر جلدی اٹھتی تو ناشتا کر لیتی! چلو فوڈ کورٹ چلتے ہیں وہاں سے کچھ کھا لیتے ہیں۔"

حیا نے اس کی جلدی اٹھنے والی بات کو نظر انداز کر دیا۔

وہ دونوں فوڈ کورٹ کی طرف بڑھ گئیں... حیا یہاں وہاں نظریں دوڑائے بیٹھنے کے لیے ٹیبل ڈھونڈ رہی تھی کہ اُس کی نگاہ اپنے سامنے والے ٹیبل پر ٹھہر گئیں،

ٹیبیل پر حماد اور زرش بیٹھے ہوئے تھے، دونوں ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے ہوئے مسکرا کر باتیں کر رہے تھے۔

یہ دونوں یہاں حیا زیر لب بولی۔ ماہی کا دیمھان اس طرف نہیں تھا۔

"ماہی وہ دیکھو سامنے،" حیا کی آواز پر ماہی نے سامنے دیکھا تو اس کی نظریں وہیں رک گئیں،

زرش حماد کی کسی بات پر ہنس رہی تھی اور حماد بھی مسکراتے ہوئے اس دیکھ رہا تھا۔ کچھ مٹے خاموشی سے سرک گئے۔

"یہ دونوں کچھ زیادہ ہی بے تکلف نہیں ہیں ایک دوسرے کے ساتھ؟" حیا نے اُنہیں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"یہ دونوں بچپن کے دوست ہیں نا اس لیے۔"

یہ بات کہ کر ماہی حیا سے زیادہ خود کو تسلی دے رہی تھی۔

حیا کو ماہی کی بات سے تسلی نہیں ہوئی تھی... پر وہ کچھ بولی بھی نہیں...

ایک ہفتہ گزار کر مرتضیٰ پاکستان واپس آچکا تھا۔ اور اس کی سوچوں کو درمل چکا تھا۔

مرتضیٰ علی کو حیا زبیر سے پہلی نظر میں محبت ہوئی تھی...

حماد اور مرتضیٰ دونوں آفس میں بیٹھے ہوئے تھے، حماد موبائل پر ٹائپنگ کر رہا تھا، مرتضیٰ کی آواز پر حماد نے سر اٹھا کر اسے دیکھا،

"مجھے تجھ سے کچھ بات کرنی ہے۔"

"ہاں بولو...." اور پھر ٹائپنگ کرنے لگا۔

مرتضیٰ نے اپنا گلہ کھنکار کر کہا...

"وہ... مجھے محبت ہو گئی ہے..."

موبائل پر ٹائپنگ کرتیں حماد کی انگلیاں تھمیں...

"کیا کہا تم نے..؟" حماد کو لگا اس نے کچھ غلط سنا ہے..

"مجھے ایک لڑکی سے محبت ہو گئی ہے.. " مرتضیٰ دوبارہ بولا،

اس بات پر حماد کا حیرت سے منہ کھل گیا، وہ شاک کے عالم میں اسے دیکھے جا رہا تھا، "کیا؟"

"اتنی حیرانی سے کیوں دیکھ رہے ہو مجھے؟"

حماد نے موبائل ٹیبل پر رکھا اور ذرا آگے کو ہو کر پوچھا،

"مرتضیٰ علی، جو کہتا تھا اسے کبھی محبت ہو ہی نہیں سکتی! وہ ایک ہفتہ غائب رہنے کے بعد آکر
کہے کہ اسے محبت ہوگئی ہے اور میں حیران بھی نہ ہوں! ویلے کون ہے وہ؟ کسی گوری کے حسن
کا جادو چل ہی گیا آخر!!!"

"حیا زبیر ماہی کی دوست.."

یہ بات سن کر حماد کو ایک اور جھٹکا لگا..

"کیا وہ؟ وہ لڑکی جس نے غلطی سے ٹکرانے پر تیری اتنی عزت افزائی کی تھی! مجھے یقین نہیں آ رہا
مرتضیٰ..."

حماد پیچھے کرسی سے ٹیک لگا کر بیٹھا۔۔ کچھ لمبے مرتضیٰ کو دیکھنے کے بعد پھر سے بولا۔

"مجھے تو اس دن ہی دال میں کچھ کالا لگ رہا تھا جب تو اتنی باتیں سننے کے بعد ہنس رہا تھا، مگر یہاں تو پوری کی پوری دال ہی کالی ہے۔ کب سے چل رہا ہے یہ؟"

"جب میں اس سے یونیورسٹی میں پہلی بار ٹکرایا تھا۔ میں اٹلی کسی بزنس ٹرپ کے لئے نہیں گیا تھا، میں اس ماحول سے نکلنا چاہتا تھا میں دیکھنا چاہتا تھا کہ کیا میں واقعی حیا سے محبت کرتا ہوں یا پھر یہ صرف ایک اٹرکشن ہے۔"

آج حماد کو جھٹکے پر جھٹکے لگ رہے تھے، وہ بیچارہ حیرت کے مارے بے ہوش ہونے کو تھا۔

"تم نے اسے بتایا؟ کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد حماد نے سوال کیا۔"

"نہیں! میرا دماغ خراب نہیں ہوا کہ اسے بتاؤں۔ جو لڑکی غلطی سے ٹکرانے پر اتنی باتیں سنا کر خونخوار نظروں سے گھور سکتی ہے وہ اظہارِ محبت پر تو میرا سر ہی پھاڑ دے گی۔"

اس کی بات پر حماد کے قہقہے بے اختیار ہو گئے۔

مرتضیٰ اسے گھورتا ہوا کرسی سے اٹھا اور اس کی طرف بڑھا۔

حماد کی ہنسی کو فوراً بریک لگی اس نے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا دیے

"یار تمہیں اپنے ہاتھوں کو زحمت دینے کی ضرورت نہیں ہے میں کچھ سوچتا ہوں۔" وہ جلدی جلدی بولا۔

مرتضیٰ واپس کرسی پر بیٹھ گیا۔

"وہ ماہی کی دوست ہے تو ماہی ہماری مدد کر سکتی ہے۔ میں ماہی سے کہہ کر تمہاری اس سے ملاقات سیٹ کرواتا ہوں پھر تم اس کے سامنے اپنا حالِ دل بیان کر دینا۔"

وہ کچھ دیر سوچنے کے بعد بولا تھا۔

"لیکن اگر اس نے ملنے سے انکار کر دیا؟ یا پھر اگر وہ پہلے سے منگی شدہ یا نکاح شدہ ہوئی تو؟"

مرتضیٰ کو اب نئی فکر لاحق ہوگئی تھی۔

"منگی شدہ ہوئی تو منگی ٹوٹ بھی سکتی ہے اگر اس کا نکاح ہو چکا ہے پھر جو اسلام کی رضا.. تو فکر نہ کر میں ماہی سے کنفرم کر کے تیری ملاقات کروا تا ہوں۔ جو ہوگا اچھا ہوگا۔ انشاء اللہ"

اس نے مرتضیٰ کے چہرے کی جوت بھیجتی دیکھ کر اسے تسلی دی تھی۔ مرتضیٰ نے فقط سر ہلانے پر اکتفا کیا تھا۔

آسمان پر بادل چھائے تھے۔ ہلکی ہلکی ہوا چل رہی تھی۔ ماہی لان میں ٹہل رہی تھی۔ اس نے جامنی رنگ کی قمیض پہنی تھی جس پر سفید رنگ کی کڑھائی ہوئی تھی اور ساتھ سفید رنگ کا ٹراؤزر پہنا تھا۔

سفید دوپٹا جس کے کناروں پر جامنی رنگ کی موتیوں والی لیس لگی تھی، اس کے دائیں کندھے پر جھول رہا تھا۔ ہوا کے جھونکوں سے اس کے بال لہرا رہے تھے۔

اس کی سپیچوں کا مرکز حماد تھا۔ حماد اور زرش کا ہاتھ پکڑ کر بیٹھنا اور پھر جس طرح حماد زرش کو دیکھ رہا تھا...

وہ جتنا سوچ رہی تھی اتنا ہی الجھ رہی تھی۔ اس کے تسلسل کو فون کی بجتی گھنٹی نے توڑا تھا۔

اس نے آگے بڑھ کر ٹیبل سے فون اٹھایا، جس کی اسکرین پر حماد کالنگ لکھا آ رہا تھا۔ بے اختیار اس کے لبوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔ آنکھوں کی چمک بڑھ گئی۔

"اسلام و علیکم..." اس نے کال ریسیو کرتے ہی حماد کو سلام کیا۔

"و علیکم اسلام... کیسی ہو ماہی؟"

"اللہ کا شکر ہے میں بالکل ٹھیک ہوں۔ آپ کیسے ہیں؟"

"میں بھی ٹھیک ہوں.. اچھا سنو! مجھے تم سے ایک کام تھا..."

"جی بولیں..."

ماہی کو حیرانی ہوئی تھی، حماد کو پہلی دفعہ اس سے کوئی کام پڑا تھا۔ وہ اکساٹڈ بھی تھی اور نروس بھی، پتہ نہیں حماد کو اس سے کیا کام تھا۔

"ماہی تمہاری جو دوست ہے وہ کہیں کمیڈ تو نہیں ہے میرا مطلب اس کی منگنی وغیرہ تو نہیں ہوئی؟"

"میری دوست مطلب حیا؟"

"ہاں!"

ماہی کو حیرت ہوئی حماد اچانک اس کی دوست کے ریلیشن شپ اسٹیٹس کے بارے میں کیوں پوچھ رہا تھا۔

"نہیں تو... لیکن آپ کیوں پوچھ رہے ہیں؟"

اس کا جواب سنتے ہی حماد نے سکون کا سانس لیا تھا وہ مرتضیٰ کے لیے بہت فکرمند تھا۔ وہ جانتا تھا کہ مرتضیٰ یقیناً حیا کے بارے میں سنجیدہ ہے ورنہ وہ حماد کو یہ بات کبھی نہ بتاتا

"وہ.... کیونکہ... مرتضیٰ... "حماد کو سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ کیسے کہے،

"مرتضیٰ بھائی کیا؟"

"مرتضیٰ حیا سے محبت کرتا ہے۔"

"کیا؟" ماہی کو لگا اس نے کچھ غلط سنا ہے،

"مرتضیٰ تمہاری دوست، حیا زبیر سے محبت کرتا ہے" حماد نے ٹھہر ٹھہر کر دہرایا

ماہی کو یقین نہیں آ رہا تھا وہ حیرت اور شاق کے مارے کچھ بول ہی نہیں پا رہی تھی،

"ماہی! ماہی!.." حماد نے اس کے چپ رہنے پر اسے پکارا۔

"ہ..ہاں... ہاں! میں سن رہی ہوں، آپ کو یہ بات کیسے پتہ چلی؟"

"مجھے مرتضیٰ نے خود بتایا ہے"

"کیا؟" ماہی کو ایک اور دھچکا لگا، "یہ بات مرتضیٰ بھائی نے بتائی ہے؟"

"ہاں ! اور وہ اس سے ملنا چاہتا ہے،..."

"کیوں؟" ماہی کو حیرت ہوئی، اس نے مرتضیٰ کو ہمیشہ بہت ریزو دیکھا تھا اور ویلے بھی جتنی بدتمیزی حیا نے اس کے ساتھ کی تھی، وہ اس سے محبت کیسے کر سکتا ہے۔

"وہ اس سے محبت کا اظہار کرنا چاہتا ہے!"

ماہی کو لگا وہ چکر کھا کر گر جائے گی اُسے کچھ سمجھ نہیں آرہی تھی کہ یہ سب ہو کیا رہا ہے،

"مرتضیٰ بھائی کا دماغ خراب ہے کیا؟ غلطی سے ٹکرانے پر ہی حیا اتنا بھڑک گئی تھی تو اظہار محبت پر تو ان کا سر پھاڑ دے گی اور وہ ان سے ملنے کے لیے کبھی نہیں مانے گی۔ اگر وہ حیا کو پسند کرتے ہیں تو اس کے گھر اپنا پرپوزل بھیجوائیں۔"

ماہی نے دو ٹوک جواب دیا وہ حیا اور اس کے غصے سے اچھی طرح واقف تھی۔

"پسند نہیں محبت!!" حماد نے اس کی تصحیح کی

"اور وہ پُرپزل بھجوانے سے پہلے حیا کی رضامندی حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اور تم اسے مناؤ گی۔"

"میں؟ ماہی کو حیرت ہوئی،

"مجھے پٹنے کا کوئی شوق نہیں ہے، اگر میں نے اُسے بتایا کہ مرتضیٰ بھائی یہ سب کچھ کہہ رہے ہیں اور تم سے ملنا چاہتے ہیں، تو وہ مجھے چھوڑے گی نہیں۔۔"

ماہی نے تو سوچ کر ہی جھرجھری لی۔

"اچھا ایک کام کرتے ہیں تم حیا کو کسی بھی بہانے سے کسی پارک وغیرہ میں لے آنا اور میں مرتضیٰ کو وہاں لے آؤں گا، اگر اللہ نے چاہا تو وہ دونوں مل جائیں گے۔"

"پر میں کیا بہانہ کروں گی حیا سے؟ اگر اسے پتا چل گیا تو وہ مجھ سے ناراض ہو جائے گی اور میں اپنی اکلوتی دوست کو کھونا نہیں چاہتی!"

"وہ تمہارا مسئلہ ہے کہ اسے کیسے لانا ہے، فکر نہ کرو اسے کچھ پتا نہیں چلے گا۔"

ماہی نے کچھ ملے سوچا

حماد نے کہا، "hmm" اچھا ٹھیک ہے، میں کچھ کرتی ہوں۔"

"اچھا ایک بات پوچھوں آپ سے حماد؟"

"ہاں،" حماد نے کہا۔

ماہی نے جو مال میں دیکھا اُس بارے میں پوچھنے لگی تھی پر پھر چپ کر گئی،

"نہیں کچھ نہیں... اللہ حافظ۔"

حماد نے بھی خدا حافظ کہہ کر فون بند کر دیا!

ماہی کو حماد کے اس طرح فون بند کرنے پر دکھ ہوا تھا اس نے ایک بار بھی نہیں پوچھا کہ وہ اس سے کیا پوچھنا چاہتی تھی۔

اس نے سر جھٹکا اب اسے حیا کو منانے کے بارے میں سوچنا تھا۔

ماہی حیا کو اپنی بھابھی بنانا چاہتی تھی لیکن حیا کہ غصے اور اس کے خود سے دور ہو جانے کے ڈر سے ماہی نے کبھی اس سے ایسی بات نہیں کی تھی۔

ویلے بھی پچھلے کچھ سالوں میں حیا بہت بدل گئی تھی۔ محبت اور شادی کے نام سے ہی اسے غصہ آجاتا تھا لیکن ماہی آج تک اس کی وجہ نہیں جان پائی تھی۔

حیا کمرے میں بیڈ پر تکیوں سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔ ایک ہاتھ میں کافی کا کپ تھا اور دوسرے ہاتھ میں ناول پکڑ رکھا تھا۔

اس نے ریڈ کلر کی پرنٹڈ قمیض پہن رکھی تھی اور ساتھ ریڈ کلر کا ہی ٹراؤزر تھا۔ بالوں کو جوڑے کی شکل میں لپیٹ کر کچر میں مقید کیا ہوا تھا۔

وہ اس وقت ناول کی دنیا میں گم تھی۔ اس کی محویت میں خلل فون کی بجتی ہوئی رنگ ٹون نے ڈالا تھا۔

کا نام جگمگا رہا insane بد مزہ ہو کر اس نے کتاب نیچے رکھی اور فون اٹھایا جس کی اسکرین پر ماہی تھا۔

"اسلام و علیکم!" اس نے کال ریسپو کرتے ہی سلام کیا۔

"وعلیکم اسلام.. کیسی ہو جانم؟" دوسری طرف سے ماہی کی چمکتی ہوئی آواز سنائی دی۔

ماہی جان بوجھ کر ایسے الفاظ استعمال کرتی تھی وہ جانتی تھی حیا ایسے الفاظ سے کتنا چڑتی ہے۔

؟ insane "الحمد للہ میں ٹھیک ہوں۔ تم کیسی ہو

وہ بھی حیا تھی اپنا بدلہ فوراً لے لیتی تھی۔

"حیا.....!!"

حسب توقع ماہی چڑ گئی تھی۔

"ہاہاہاہا.." فون کی دوسری طرف سے حیا کی ہنسی کی آواز نے جلتی پر تیل کا کام کیا تھا۔

"ہاں تم ہنس لو! میرے اچھے بھلے موڈ کا بیڑا غرق کر دیتی ہو.." وہ خفگی سے بولی۔

"اچھا جلدی بتاؤ کال کیوں کی ہے؟ میں ناول پڑھ رہی تھی تم نے مجھے ڈسٹرب کیا ہے۔" حیا کافی کا گھونٹ بھرتے ہوئے بولی۔

"یار میرا کہیں کھلی فضا میں جانے کا دل کر رہا تھا جہاں خاموشی ہو، سکون ہو، چلوگی؟"

ماہی نے ڈرتے ہوئے سوال کیا اگر حیا نے انکار کر دیا تو پھر وہ کیا بہانا بنائے گی۔

"ہممم چلوں گی۔ کب جانا ہے اور کہاں جانا ہے؟"

ماہی نے شکر کیا کہ حیا نے انکار نہیں کیا۔

"کل دن کو دامن کوہ چلتے ہیں لچ کر کے واپس آجائیں گے!"

"ہاں ٹھیک ہے ٹائم بتا دینا میں تیار ہو جاؤں گی۔ اللہ حافظ"

"اللہ حافظ۔" ماہی نے فون بند کیا اب اسے حماد کو گڈ نیوز سنانی تھی۔

مرتضیٰ اپنے کمرے کی بالکونی میں کھڑا تھا۔ اس نے دائیں ہاتھ میں سیگٹ پکڑ رکھا تھا۔

وہ اسموکنگ بہت کم کرتا تھا لیکن جب وہ پریشان ہوتا تھا تب سیگٹ اور تنہائی اس کے ساتھ ہوتے تھے۔

اگر حیا کہیں اور کمیڈ ہوئی یا اس نے ملنے سے انکار کر دیا تو.. وہ جتنا سوچ رہا تھا اتنا ہی ٹینس ہو رہا تھا۔

تجہی اس کا فون بجا، اس نے کال ریسپو کی دوسری طرف حماد تھا۔

"اسلام و علیکم!"

"و علیکم اسلام.. تم نے ماہی سے بات کی؟" اس نے بے تابی سے سوال کیا تھا۔

"ہاں... کی تھی لیکن..."

مرضیٰ کو لگا اس کی ڈھڑکنیں رک رہی ہیں،

"لیکن..؟" وہ سانس روکے اس کے آگے بولے کا منتظر تھا۔

"لیکن..." حماد بھی اس کے صبر کا امتحان لے رہا تھا۔

"لیکن کیا؟" اب کی بار مرتضیٰ نے زچ ہو کر پوچھا تھا۔

دوسری طرف سے حماد کے ہنسنے کی آواز سنائی دی۔

"لیکن ویکن کچھ نہیں ماہی اور حیا کل دامن کوہ جارہی ہیں تم کل اس سے وہیں بات کر لینا اور وہ منگنی شدہ ہے نہ نکاح شدہ مطلب میرے بھائی تیرا راستہ صاف ہے۔ اب لڑکی کو منانا تیرا کام ہے۔"

اس کا جواب سن کر مرتضیٰ کا رکا ہوا سانس بحال ہوا۔ اس کا دل سجدہ شکر کر رہا تھا۔

"بندہ کرٹسی میں شکریہ ہی بول دیتا ہے۔"

حماد نے اس کے خاموش رہنے پر چوٹ کی تھی۔

جواباً مرتضیٰ دل کھول کر ہنسا تھا۔

"اپنا منہ دھو رکھ۔ اور فون بند کر میں سونے لگا ہوں۔"

"ہنہ مطلبی انسان.. " اسے حماد کی بڑبڑاہٹ سنائی دی تھی۔

اس نے ہنستے ہوئے فون بند کر دیا پھر زمین پر پڑا سیگٹ جوتے سے مسلا جو اس نے حماد سے گفتگو کے دوران پھینک دیا تھا۔

وہ خوش تھا اسے یقین تھا کہ وہ حیا کو منالے گا۔

حیا کسی اور کی ہے یہ سوچ ہی اس کی ڈھڑکنیں روکنے کے لیے کافی تھی لیکن اب اس کا دل پرسکون تھا۔

اس نے مسکراتے ہوئے گلاس سلائیٹنگ ڈور بند کیا....

حماد اور مرتضیٰ دونوں گاڑی میں بیٹھے دامن کوہ کی طرف رواں دواں تھے۔

مرتضیٰ نے بلیک پینٹ کوٹ کے ساتھ بلیک ہی شرٹ پہن رکھی تھی، بال جیل سے سیٹ کیے ہوئے تھے۔ پاؤں میں پہنے شوز بھی بلیک ہی تھے۔

حماد نے ڈارک بلیو پینٹ کوٹ کے ساتھ وائٹ شرٹ پہن رکھی تھی، پاؤں میں براؤن شوز تھے۔

حماد ڈرائیونگ کر رہا تھا جبکہ مرتضیٰ یہ سوچ رہا تھا کہ وہ حیا سے کیا کہے گا، اسے کچھ سمجھ نہیں آرہی تھی۔

حماد اس کی حالت سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔

"مجھے یقین نہیں آ رہا مرتضیٰ صاحب جو بڑے بڑے بزنس مینز کے ساتھ میٹنگ کرنے سے نہیں گھبراتے وہ ایک لڑکی سے بات کرنے سے اتنا گھبرا رہا ہے۔"

اس کی بات پر مرتضیٰ نے اسے گھورا تھا جبکہ وہ ڈھیٹ بنا ہنس رہا تھا۔

"یار جو تیرے دل میں ہے اسے بتا دینا۔ ویسے بھی جب پیار کیا تو ڈرنا کیا..."

حماد گنگناتے ہوئے اسے ٹیز کر رہا تھا لیکن اب کی بار مرتضیٰ بھی ہنسا تھا۔

آج اسلام آباد کا موسم بہت خوشگوار تھا۔ آسمان پر بادل چھائے تھے اور ہلکی ہلکی بوندا باندی ہو رہی تھی۔

حیا اور ماہی اس وقت مارگلہ کی پہاڑیوں میں موجود تھیں۔ گاڑی ایک سائڈ پر کھڑی کر کے وہ دونوں موسم سے لطف اندوز ہو رہی تھیں۔

حیا نے حسب معمول بلیک عبایا پہن رکھا تھا اور سر پر موجود اسکارف بھی بلیک کلر کا تھا، پاؤں میں بلیک کلر کے پلین شوز تھے۔

جبکہ ماہی بے بی پنک فراک اور بلیو جینز میں ملبوس تھی۔ اس نے ڈوپٹا سر پر ٹکا رکھا تھا جو ہوا کی وجہ سے بار بار اس کے سر سے پھسل رہا تھا۔ اس کے پاؤں میں گولڈن کلر کی سینڈلز تھی۔

ماہی بے چینی سے حماد اور مرتضیٰ کا انتظار کر رہی تھی جبکہ حیا بے فکری سے ادھر ادھر دیکھ رہی تھی۔

تبھی گاڑی کا ہارن سنائی دیا۔ ماہی نے جلدی سے پیچھے مڑ کر دیکھا اور شکر کیا وہ حماد کی گاڑی تھی۔

حیا نے بھی پیچھے مڑ کر دیکھا بلیک کلر کی پراڈو کھڑی تھی۔ چونکہ گاڑی کے شیشے کالے تھے اس لیے وہ اندر نہیں دیکھ سکتی تھی۔

لیکن ماہی کی آنکھوں کی چمک اور لبوں پر موجود مسکراہٹ نے اسے بتا دیا تھا کہ گاڑی میں موجود شخصیت کون ہے۔ اور حسب توقع ڈرائیور کی سائڈ کا دروازہ کھول کر حماد نکلا اور ماہی کی طرف بڑھا۔

"اسلام و علیکم ماہی۔ کیسی ہو؟ اور یہاں کیا کر رہی ہو؟"

حماد نے اسے دیکھتے ہوئے حیران ہونے کی بھرپور ایکٹنگ کی۔

"و علیکم اسلام۔ میں بالکل ٹھیک ہوں۔ میں اور حیا موسم انجوائے کرنے آئے ہیں اور آپ؟"

جواب دیتے ہوئے اس نے حیا کی طرف اشارہ کیا تھا جو سائڈ پر کھڑی تھی۔

حماد نے اسے بھی سلام کیا جس کا اس نے سر ہلا کر جواب دیا تھا۔

"میں اور مرتضیٰ بھی موسم انجوائے کرنے آئے ہیں، لنچ کریں گے اور پھر واپس۔۔"

"مرتضیٰ بھائی کہاں ہیں؟"

"اس کے کسی کلائنٹ کی کال آئی تھی۔ اسی سے بات کر رہا ہے۔"

مرتضیٰ کا نام سنتے ہی حیا کو اپنا حلق کڑوا ہوتا محسوس ہوا، پتا نہیں اسے اس شخص سے کیا چڑ تھی۔

مرتضیٰ گاڑی میں بیٹھا حیا کو ہی دیکھ رہا تھا جو حماد اور ماہی سے تھوڑے فاصلے پر بے نیاز سی کھڑی تھی۔

اسے دیکھتے آج بھی اس کے دل نے ایک بیٹ مِس کی تھی۔ وہ بنا پلکیں جھپکائے اسے دیکھ رہا تھا۔

حماد کے اشارہ کرنے پر وہ گاڑی سے نیچے اترا اور ان کی طرف بڑھا۔

"اسلام و علیکم مرتضیٰ بھائی۔ کیسے ہیں آپ؟"

ماہی اسے دیکھ کر چمکی۔

"وعلیکم اسلام۔ الحمد للہ ابھی تک ٹھیک ہوں۔"

ماہی اس کی ذومعنی بات کا مطلب سمجھ کر کھلائی تھی اور حیا کو اس وقت ماہی کا کھلکھلانا زہر لگ رہا تھا۔

مرتضیٰ نے گردن موڑ کر اس دشمنِ جان کو دیکھا جو اب مکمل طور پر رُخ دوسری طرف موڑ چکی تھی۔

"ویلے مرتضیٰ بھائی آپ دونوں نے مشورہ کر کے ڈیسنگ کی ہے۔"

ماہی نے شرگوشی میں حیا اور مرتضیٰ دونوں کے کالا رنگ پہننے پر چوٹ کی۔

"فکر نہ کرو انشاء اللہ ایک دن ایسا بھی ہوگا۔"

جواب حماد کی طرف سے آیا تھا۔ جبکہ مرتضیٰ کی نظریں حیا پر سے ہٹنے سے انکاری تھی۔

ماہی حیا کی طرف بڑھی اور اسے آواز دی۔

"حیا..."

حیا اس کی طرف مڑی

"شکر ہے تمہیں فرصت مل گئی اور یقیناً اب تمہاری خاموشی اور پرسکون جگہ والی خواہش ختم ہوگئی ہوگی۔"

حیا نے طنز کیا تھا۔ ماہی نے مسکراتے ہوئے تھوک نگلا،

حیا کا موڈ خوشگوار تو بالکل نہیں لگ رہا تھا اور جو بات ماہی کرنے لگی تھی اس کے بعد تو یقیناً مزید
بگڑنے کا امکان تھا۔

"حیا تم سے ایک بات کرنی ہے۔"

ماہی کے اتنے پیار سے بولے پر حیا کے ماتھے پر پڑے بل غائب ہوئے اور اس کا غصہ جھاگ کی
طرح بیٹھ گیا۔

"ہمممم.. کہو!"

"پہلے تم وعدہ کرو غصہ نہیں کرو گی اور میری بات مانو گی... پلینز.."

"پہلے بات بتاؤ۔ تم جانتی ہو کہ میں بات جانے بغیر وعدہ نہیں کیا کرتی۔"

حیا نے دو ٹوک جواب دیا۔

"حیا تم جانتی ہو میں تمہیں ایسی کوئی بات ماننے کو نہیں کہوں گی جو تمہارے لیے نقصان دہ ہو۔۔
پلیز کبھی میری بھی کوئی بات مان لیا کرو!"

ماہی کے اس طرح کہنے پر حیا نے اسے مشکوک نظروں سے دیکھا۔

"اوکے۔۔"

اس کا جواب سنتے ہی ماہی کے لبوں پر گرمی مسکراہٹ پھیل گئی اور اس نے اپنا ہاتھ حیا کی طرف
بڑھایا

"وعدہ؟"

حیا نے بھی ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ اپنا ہاتھ آگے بڑھایا

"پکا وعدہ.."

ماہی نقاب کی وجہ سے اس کا چہرہ نہیں دیکھ سکتی تھی لیکن اس کی آنکھوں نے ماہی کو بتایا تھا کہ وہ مسکرائی ہے۔

"لیکن اگر تم نے کوئی الٹی سیدھی فرمائش کی تو میں تمہیں یہاں سے نیچے پھینک دوں گی!"

ماہی اس کی بات پر کھلکھلائی تھی

"لیکن اب تم پکا وعدہ کر چکی ہو اسلیے تمہیں میری بات ماننی پڑے گی۔"

کچھ توقف کے بعد ماہی نے گلا کھنکھار کر بولنا شروع کیا۔

"اہم۔م۔اہمم۔۔۔وہ۔۔حیا۔۔۔مرتضیٰ بھائی۔۔۔تم سے۔۔بات کرنا چاہتے ہیں۔ پلیز ایک بار ان کی بات سن لو۔ ان کی پوری بات سن کر تمہیں جو ری ایکشن دینا ہوا وہ دے دینا لیکن جو وہ کہنا چاہتے ہیں سن لو۔۔۔"

ماہی نے بات ختم کر کے اس کی طرف دیکھا جس کے ماتھے پر لاتعداد بل پڑے تھے اور اس کی آنکھوں سے صاف ظاہر تھا کہ وہ کتنے غصے میں ہے۔

"تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے ماہی! کیا بول رہی ہو! اس فضول بات کے لیے وعدہ لیا تھا تم نے مجھ سے؟ تمہیں لگتا ہے کہ میں کسی بھی مرد کے کہنے پر اس سے بات کر لوں گی؟ اور اسے مجھ سے کیا بات کرنی ہے؟"

"حیا پلیز ٹرسٹ می وہ تم سے کوئی فضول بات نہیں کرنا چاہتے۔ ایک بار سن تو لو وہ کیا کہنا چاہتے ہیں۔ تم نے وعدہ کیا ہے! تم اپنے ہی وعدے سے پھر رہی ہو۔۔۔"

"اچا چلو اگر میں تمہارے سے کیئے گئے وعدے کا پاس رکھ کر اس کی بات سن بھی لوں لیکن اگر کسی نے مجھے یہاں اس سے بات کرتے ہوئے دیکھ لیا تو میرے کردار پر انگلی اٹھے گی کہ دیکھو ویلے تو بہت پردے والی بنتی ہے اور یہاں سڑک کنارے کھڑی ایک نامحرم سے بات کر رہی ہے۔ ماہی میرا دل مجھے اس کی اجازت نہیں دیتا۔"

ماہی جانتی تھی حیا کو منانا مشکل ہے لیکن اتنا آگے آکر وہ پیچھے نہیں ہٹ سکتی تھی۔

"حیا صرف پانچ منٹ کی بات ہے۔ اور حماد کی گاڑی کے شیشے کالے ہیں۔ تم اس میں بیٹھ کر بات کرلو۔"

حیا نے ماہی کو ایسے دیکھا جیسے اس کا دماغ آج واقعی میں خراب ہو گیا ہو

وہ سوچ رہی تھی کہ ماہی اسے مرتضیٰ سے بات کرنے پر اتنا زور کیوں دے رہی ہے۔

"ٹھیک ہے لیکن صرف پانچ منٹ! اور اگر اس نے کوئی الٹی سیدھی بات کی تو اس کے بگڑے ہوئے چہرے کی ذمہ دار میں نہیں ہوں گی!"

ماہی نے اس کے حامی بھرنے پر ایک لمبی سانس لی لیکن آخری بات پر پیچھے مڑ کر مرتضیٰ کو دیکھا

جو پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے گاڑی سے ٹیک لگائے کھڑا تھا اور ان کی طرف ہی دیکھ رہا تھا۔

ماہی نے ایک نظر حیا کو دیکھا جو اسے گھور رہی تھی پھر وہ مرتضیٰ کی طرف بڑھی۔

"مرتضیٰ بھائی حیا بہت مشکل سے صرف پانچ منٹ کے لیے مانی ہے۔ آپ گاڑی میں بیٹھ کر اس سے بات کر لیں۔"

وہ اس کے عین سامنے رکے ہوئے بولی تھی۔

مرتضیٰ نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔

"شکریہ ماہی..!"

"شکریہ کی ضرورت نہیں ہے بھائی.."

وہ ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ اسے گڈلک کہتی حماد کی طرف بڑھ گئی جو کچھ فاصلے پر کھڑا فون پر بات کر رہا تھا۔

مرتضیٰ نے حیا کی طرف دیکھا وہ گاڑی کے پاس پہنچ گئی تھی

اس نے پیسینجر سائڈ کا دروازہ کھولا لیکن وہ اسے نظر انداز کرتی بیک سیٹ کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گئی۔

مرتضیٰ نے ایک گہرا سانس کھینچا اور ڈرائیونگ سیٹ کی طرف بڑھ گیا۔

اندر بیٹھ کر وہ حیا کی طرف مڑا جو دروازے سے جڑ کر بیٹھی تھی اور اس کا ایک ہاتھ ہینڈل پر تھا۔

مرتضیٰ کو یقین تھا وہ پانچ منٹ ہوتے ہی بھاگ جائے گی اس لیے اسے مختصر سے مختصر بات کرنی چاہیے۔

اس نے گلا کھنکھار کر بات کا آغاز کیا۔

"آہم.. آہم.. سلام و علیکم.."

اس کے سلام پر حیا نے اسے دیکھا اور محض سر ہلایا۔

مرتضیٰ نے اس کی آنکھوں میں جھانکنے کی غلطی نہیں کی تھی وہ جانتا تھا اگر اس نے حیا کی آنکھوں میں جھانک لیا تو وہ ڈوب جائے گا...

"ماہی نے مجھے بتایا کہ آپ صرف پانچ منٹ کے لیے مانی ہیں۔ میں سٹریٹ فارورڈ بندہ ہوں اس لیے آپ سے بھی لڑدی پوائنٹ بات کروں گا۔

حیا میں آپ سے محبت کرتا ہوں اور آپ کو ہمیشہ کے لیے اپنی زندگی میں شامل کرنا چاہتا ہوں۔

میں جانتا ہوں اس کے لیے مجھے اپنے پرنس کو آپ کے گھر بھیجنا چاہیے لیکن میں پہلے آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ

کیا آپ میری محبت کو شرف قبولیت بخشیں گی؟"

کوئی جواب پا کر اس نے حیا کی طرف دیکھا جس کی آنکھیں غصے سے لال ہو رہی تھیں اور اس نے مٹھیاں بھیج رکھی تھیں۔

"حیا آپ کو جواب دینے کے لیے جتنا وقت چاہیے آپ لے سکتی ہیں لیکن ٹرسٹ می میں واقعی آپ سے محبت کرتا ہوں۔

میں محبت پر یقین نہیں رکھتا تھا لیکن آپ کو دیکھتے ہی مجھے آپ سے محبت ہوگئی تھی۔

مجھے پتا ہے آپ یقیناً مجھے پسند بھی I fell in love with you at first sight. نہیں کرتی لیکن مجھے ایک موقع دیں حیا میں اپنی محبت کو سچا ثابت کر سکوں..."

حیا نے اس کے خاموش ہونے پر اسے دیکھا اور تحمل سے سوال کیا۔

"بس یا اور کچھ...؟" اس کے سوال پر مرتضیٰ نے حیران ہوتے ہوئے اسے دیکھا

اسے لگ رہا تھا حیا ہمیشہ کی طرح غصہ کرے گی لیکن حیا کا انداز اس کی سوچ کے برعکس تھا۔

جب اس نے کوئی جواب نہیں دیا تو حیا نے پھر سے بولنا شروع کیا۔

"ویسے تو پانچ منٹ پورے ہو چکے ہیں لیکن تمہاری باتوں کا جواب بھی ضروری ہے۔"

فرسٹ آف آل یہ ڈائلاگز بہت اچھے تھے، کون سی فلم کے ہیں میں فارغ وقت میں دیکھنے کی کوشش کروں گی۔

یہ تمہاری بیڈلک ہے کہ میں بے وقوف لڑکی بالکل بھی نہیں ہوں جو یہ چند جملے سن کر تمہارے آگے گھٹنے ٹیک دے، کسی اور پر جا کر ٹرائی کرو یقیناً محبت نہ سہی لیکن تمہارے اسٹیٹس کو دیکھتے ہوئے یا پھر تمہارے ڈائلاگز سے متاثر ہو کر تمہاری جھولی میں پکے ہوئے پھل کی طرح آگرے۔

تم سے ہونے والی ٹکر میں، میں نے تمہارے بارے میں جو رائے قائم کی تھی وہ آج بالکل سہی ثابت ہوگئی ہے لیکن بقول ماہی کہ تم بہت اچھے انسان ہو۔

خیر تم نے میرا وقت اور موڈ دونوں برباد کیا ہے۔ مہربانی فرما کر دوبارہ یہ کوشش نہ کرنا

کیونکہ اگلی دفعہ میں تمہارے چہرے پر اپنی انگلیوں کے نشان چھوڑے بغیر جاؤں گی اس کی کوئی گارنٹی نہیں ہے.."

مرتضیٰ ساکت بیٹھا اسے دیکھ رہا تھا

حیا کی آنکھوں میں بھی اس کے لہجے کی طرح برف کی سی ٹھنڈک تھی۔

وہ اس کی محبت اس کے منہ پر مار گئی تھی۔

اسی لمحے مرتضیٰ کے کانوں میں کسی کی بددعا گونجی تھی۔

"خدا کرے مرتضیٰ علی تمہیں بھی میری طرح کسی سے شدید محبت ہو لیکن وہ بھی تمہاری طرح،

تمہاری محبت تمہارے منہ پر مار کر جائے۔"

اسے لگا اسے وہ بددعا لگ گئی ہے...

ماہی جو حیا حماد کے ساتھ کھڑی حیا کا انتظار کر رہی تھی اسے دیکھتے ہی اس کی طرف لپکی۔

حیا کی آنکھوں کی ٹھنڈک اب آگ کے شعلوں میں بدل گئی تھی۔

وہ تیز قدم اٹھاتی اپنی گاڑی کی طرف بڑھی اور ایک جھٹکے سے دروازہ کھول کر اندر بیٹھی۔

اس نے گاڑی اسٹارٹ کی اتنے میں ماہی بھی گاڑی میں بیٹھ چکی تھی۔

ماہی نے حیا کو دیکھا لیکن کچھ بھی پوچھنے کا ارادہ ترک کر دیا۔

وہ حیا کا انداز دیکھ کر اس کا جواب جان چکی تھی۔ کچھ دیر کی خاموشی بعد ماہی نے بولے کا ارادہ کیا۔

"حیا!"

حیا نے گردن پھیر کر اسے دیکھا۔

"تمہیں مرتضیٰ بھائی کو ایک چانس تو دینا چاہیے میں نہیں جانتی لیکن کچھ تو ایسا ہوا ہے کہ تم کسی پر بھروسہ نہیں کرتی کسی کی محبت کا یقین نہیں کرتی۔"

"ماہی تم میری دوست ہو کر اتنی بے وقوف ہو مجھے یقین نہیں آ رہا۔ تمہارا مرتضیٰ بھائی کتنا اچھا انسان ہے مجھے اندازہ ہو گیا ہے۔"

ان مردوں کا کام ہی یہی ہے لڑکیوں کو برووقوف بنانا۔ میں نہیں بنی تو وہ کسی اور پر ٹرائی کر لے گا، دنیا بے وقوفوں سے بھری پڑی ہے۔"

حیا کے لہجے میں تفسخ تھا۔

اس کی بات سن کر ماہی کو غصہ آیا تھا۔

"حیا تم کتنی پتھر دل ہو۔ کسی کے جذبات کا مذاق بنا رہی ہو۔

تم نے کبھی کسی سے محبت نہیں کی نہ اس لیے اگر تم نے کبھی محبت کی ہوتی تو ایسا کبھی نہ کہتی۔

لیکن تم جیسی انسان کسی سے محبت کر ہی نہیں سکتی۔"

ماہی کو حیا کی آنکھوں میں نمی نظر آئی تھی اسے اپنے الفاظ کی سنگینی کا احساس ہوا۔

"حیا..آئی..ایم.."

گاڑی ایک جھٹکے سے کی۔

"اترو!"

حیا نے اس کی طرف دیکھے بغیر کہا تھا۔ ماہی نے گردن موڑ کر دیکھا گاڑی اس کے گھر کے باہر کھڑی تھی۔

اس نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا لیکن پھر کچھ بھی بولنے کا ارادہ ترک کرتی گاڑی سے اتر گئی۔

اس کے اترتے ہی حیا گاڑی زن سے بھگا کر لے گئی....

نیلے کھلے آسمان پر سورج چمک رہا تھا، اپنی کرنیں ہر جگہ پھیلائے ہوئے تھا،

سب ٹی وی لاؤنج میں بیٹھے ہوئے تھے، مرتضیٰ کی اما، زرش اور حماد کی فیملی سب حمید کی واپسی کا سن کر اُس سے ملنے اُس کے گھر آئے ہوئے تھے،

جبکہ مرتضیٰ اور حماد آفس کے کام میں مصروف ہونے کی وجہ سے نہیں آسکے تھے،

زرش چونکہ پہلی بار ماہی کے گھر آئی تھی، تو ماہی اسے اپنا گھر دیکھا رہی تھی،

حمید شیشے کے سامنے تیار کھڑا تھا، خود پر ایک نگاہ ڈال کر وہ کمرے سے باہر نکلا تو ایک دم رکا،

سامنے ماہی اور زرش کھڑی ہوئی تھیں، ان دونوں کی حمید کی طرف پشت تھی اور دونوں کھڑی کچھ بات کر رہی تھیں،

ماہی؟ حمید بولا،

دونوں آواز پر مڑیں، زرش کی نگاہ حمید پر پڑی، اوہ بھائی، جی؟

اسلام علیکم،

حمید نے زرش کو دیکھ کر سلام کی

ا، زرش نے بھی مسکرا کر سلام کا جواب دیا،

یہ کون ہے؟ حمید نے ماہی سے سوال کیا،

زرش اور حمید دونوں ہی ایک دوسرے سے پہلی بار مل رہے تھے،

بھائی آپ کو حماد کے دوست مرتضیٰ بھائی یاد ہیں، یہ اُن کی بہن ہیں۔

حمید نے اپنی یادداشت پر زور ڈالے ہوئے مرتضیٰ کو یاد کیا،

اوہ اچھا! چلو تم دونوں باتیں کرو میں نیچے سب سے مل کر آتا ہوں کہ کروہ سیرھیاں اتر گیا،

جبکہ ذریش کی نگاہوں نے حمید کا دور تک تعاقب کیا تھا۔

عقیدہ اور شفق دونوں کچن میں کھڑی باتیں
کر رہی تھیں،

ماہی سیرھیاں اترتی ہوئی آرہی تھی سیرھیوں سے کچن نظر نہیں آتا تھا پر باتوں کی آواز آتی تھی،

ماہی نے باتوں میں اپنا نام سنا تو سیرھیوں پر رُک گئی، اور باتیں سننے لگ گئی

، میں تو چاہتی تھی کہ میرے گھر کی بہو ماہی بنے

اس بات پر ماہی مسکرائی،

پر حماد زرش سے محبت کرتا ہے، اور اُسے اپنی بیوی بنانا چاہتا ہے،

یہ بات سُن کر ماہی کی مسکراہٹ غائب ہوئی، اُسے لگا کہ اُس کے پیروں کے نیچے سے زمین نکل گئی ہے،

وہ ایک دم ساکت ہو گئی، اُسے لگا اُس کے کانوں نے کچھ غلط سنا ہے

اُسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ کیسے ری ایکٹ کرے، وہ فوراً سے مڑی اور سیڑھیاں چڑھتی اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی.....

کمرے میں گھپ اندھیرا تھا۔

وہ بیڈ کی پائٹی سے ٹیک لگائے، گٹھنوں میں منہ چھپائے زمین پر بیٹھی تھی۔

ماہی کو ڈراپ کرنے کے بعد وہ سیدھا گھر آئی تھی اور اس وقت سے کمرے میں بند تھی۔

دوپہر سے شام ہونے کو آئی تھی لیکن آنکھوں سے بہتے آنسو رکے کا نام نہیں لے رہے تھے۔

کانوں میں ماہی کے کھے الفاظ گونج رہے تھے۔

"حیا تم کتنی پتھر دل ہو۔ کسی کے جذبات کا مذاق بنا رہی ہو۔"

کیا وہ ہمیشہ سے ایسی تھی؟ اس کے اندر سے آواز آئی۔

اس کا دل چاہا وہ چیخ چیخ کر سب کو بتائے وہ ہمیشہ سے ایسی نہیں تھی۔

وہ بھی ایک عام لڑکی تھی جو خوابوں کی دنیا میں رہتی تھی....

بچکیوں کی وجہ سے اس کا پورا جسم جھٹکے کھا رہا تھا۔

"تم نے کبھی کسی سے محبت نہیں کی نہ اس لیے اگر تم نے کبھی محبت کی ہوتی تو ایسا کبھی نہ کہتی.."

لیکن تم جیسی انسان کسی سے محبت کر ہی نہیں سکتی.."

"محبت....." لب بے .

عرصہ ہوا اسے تو اس لفظ سے بھی نفرت ہوگئی تھی۔

آنکھوں کے دریچوں پر ماضی کے مناظر ابھرے۔

تقریباً چھ یا سات سالہ بچی جینز اور شرٹ میں ملبوس اپنے باپ کی گود میں بیٹھی روتے ہوئے اپنی
مام کی شکایت لگا رہی تھی کیونکہ مام نے اسے ڈانٹا تھا۔

اس کا باپ اسکے آنسو پونچھنے کے بعد اس کے گالوں پر بوسہ دے رہا تھا۔

پھر منظر بدلہ دس سال کی بچی اپنے روم میں بیٹھی دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپائے رو رہی تھی اس
کا باپ اس سے دور، ملک سے باہر جا رہا تھا۔

باہر سے آتی اپنے باپ کی آواز پر بچی نے جلدی سے اپنے آنسو صاف کیے اور مسکرانے کی
کوشش کی وہ نہیں چاہتی تھی اس کا باپ اسے روتا دیکھ کر دکھی ہو۔

زندگی میں پہلی بار وہ چھپ کر روئی تھی یہ جانے بغیر کہ اس کے مقدر میں چھپ کر رونا لکھا جا چکا ہے۔

اس کے باپ کو گئے ایک سال ہونے والا تھا لیکن اب آہستہ آہستہ اسے باپ کے بغیر رہنے کی عادت ہو رہی تھی۔

فون پر بات کرتے وہ اکثر انہیں بتاتی تھی کہ وہ ان کو بہت مس کرتی ہے اور پھر ڈھیر ساری فرمائشیں کرتی تھی

جو کچھ دن بعد پوری ہو جاتی تھی سوائے ایک خواہش کے،

وہ ہر بار کہتی تھی ڈیڈ واپس آجائیں لیکن وہ ہر بار اسے ٹال دیتے تھے۔

مام بھی ہر بار کہتی تھی کہ ڈیڈ ابھی بڑی ہیں وہ جلد واپس آئیں گے۔

اسے بھی ہر لڑکی کی طرح اپنے ڈیڈ دنیا کے بیسٹ ڈیڈ لگتے تھے۔ وہ ڈیڈ کے خلاف کوئی بات برداشت نہیں کر سکتی تھی۔

وہ خود سے زیادہ ان سے محبت کرتی تھی۔

لیکن جب بھی وہ اپنی کسی فرینڈ کو اس کے باپ کے ساتھ دیکھتی تھی تو اسے ڈیڈ بہت یاد آتے تھے۔

پھر عیدوں پر بھی ڈیڈ واپس نہیں آئے لیکن وہ اپنی بہت ساری تصویریں انہیں بھیجتی تھی۔

بالآخر تین سال بعد وہ واپس آ گئے تھے لیکن صرف کچھ دنوں کے لیے۔

اس کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا وہ ہر وقت ڈیڈ کے ساتھ رہتی تھی

لیکن وہ بہت بدل گئے تھے۔ پہلے کی طرح اب بھی اس کی ہر خواہش پوری کرتے تھے مگر اب وہ بہت خاموش اور الگ تھلگ رہنے لگے تھے۔

پھر کچھ دن بعد ان کی واپسی کا دن بھی آگیا وہ بہت اداس تھی لیکن پہلے کی طرح اب بھی وہ ڈیڈ اور مام سے چھپ کر روئی تھی۔

اس کا دل کہہ رہا تھا ڈیڈ کو روک لے کیونکہ اب کی بار وہ پتہ نہیں کب واپس آئیں گے لیکن وہ ایسا نہ کر سکی اور ڈیڈ چلے گئے۔

پھر منظر بدلہ.....

چودہ سالہ لڑکی اسکول یونیفارم میں ملبوس خوشی خوشی گھر میں داخل ہو رہی تھی کیونکہ آج اس کا ٹیسٹ بہت اچھا ہوا تھا۔

آج خلاف معمول گھر میں اسکے دادا دادی اور چچا چچی بھی موجود تھے۔

لیکن ان سب کے چہرے اداس تھے۔ چچی کی آنکھیں سو جی ہوئی تھیں اور کمرے کے اندر سے مام کی رونے کی آواز آرہی تھی۔

اس کا دل کسی انجانے خدشے کے تحت ڈوبا تھا۔ چچی نے اسے دیکھ کر مسکرانے کی کوشش کی۔

وہ مام کے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی مام دادی کے کندھے پر سر رکھے رو رہیں تھیں۔

پھر جو خبر اسے ملی اس خبر نے اس کی دنیا کے ساتھ ساتھ اس کی شخصیت بھی بدل دی۔

ڈیڈ نے دوسری شادی کر رکھی تھی اور ان کے دو بچے بھی تھے ایک بیٹا اور ایک بیٹی...

لیکن اہم خبر تو یہ تھی کہ انہوں نے بیرون ملک جانے سے بہت پہلے ہی پاکستان میں شادی کر لی تھی۔

تب اسے اپنی اور مام کی گفتگو یاد آئی تھی۔ مام نے اسے تنگ کرنے کے لیے پوچھا تھا

کہ اگر اس کے ڈیڈ نے دوسری شادی کر لی اور اسے چھوڑ دیا تو وہ کیا کرے گی؟

اپنا جواب سوچ کر اسے آج بھی ہنسی آتی تھی۔

میرے ڈیڈ ورلڈ کے بیسٹ ڈیڈ ہیں وہ ایسا کبھی نہیں کر سکتے۔

اس کی آواز میں مان اور اعتماد کے ساتھ غرور بھی تھا۔

لیکن اب وہ مان اور اعتماد ٹوٹ چکا تھا۔

ڈیڈ کی غلطی شادی کرنا نہیں تھی لیکن ان کی غلطی یہ تھی کہ انہوں نے یہ بات چپھا کر مام کو اور اسے دھوکا دیا تھا۔

اس دن کے بعد سے اس کی مسکراہٹ اور ہنسی کہیں کھو گئی تھی۔

اس کا چلبہ پن اور بچپنا ختم ہو گیا۔

اس نے ہمیشہ مام کو ڈیڈ کا خیال رکھتے دیکھا تھا وہ ان سے بہت محبت کرتی تھی۔

لیکن محبت اور وفا کے بدلے میں انہیں کیا ملا تھا؟

دھوکہ، تنہائی اور ڈھیر سارے آنسو!

اب زندگی پہلے جیسی نہیں رہی تھی۔ مام اداس رہتیں تھی اور اسی غم میں گھلتے وہ ہارٹ پشٹ بن گئیں تھی۔

لیکن اس کبھی بھی مام کو ڈیڈ کے بارے میں کچھ بھی برا بولے نہیں سنا تھا۔

اس نے بھی ڈیڈ سے نفرت کرنے کی کوشش کی تھی،

لیکن ایک بار جس سے محبت ہو جائے اس سے نفرت نہیں کی جاسکتی۔

محبت، اعتماد، مان اور شادی اسے ان الفاظ سے بھی نفرت ہو گئی تھی۔

ہر عورت کی زندگی میں آنے والا پہلا مرد، جس سے وہ محبت کرتی ہے، جس پر وہ اندھا اعتماد کرتی ہے.... وہ اس کا باپ ہوتا ہے۔

لیکن اس کی زندگی میں آنے والے پہلے مرد، اس کے باپ نے ہی اسے دھوکا دیا تھا۔

کتنے ہی موقعوں پر اس نے ڈیڈ کی کمی شدت سے محسوس کی تھی۔ خوشی کے موقع پر بھی اس کی اور مام کی آنکھوں میں نمی گھل جاتی تھی۔

لیکن وہ خود کو یہ سوچ کر تسلی دیتی تھی کہ ڈیڈ بڑی ہیں ورنہ وہ ضرور آتے....

مگر ڈیڈ تو اپنی مکمل فیملی کے ساتھ خوش تھے۔

وہ اپنی زندگی میں دوبارہ کبھی بھی محبت اور اعتماد نہیں کر سکتی تھی۔

وہ پہلے جیسی نہیں رہی تھی۔ اس نے خود پر ایک خول چڑھا لیا تھا لیکن اندر سے وہ بہت ٹوٹی بکھری تھی۔

کبھی کبھی وہ سوچتی تھی کاش وہ بھی مکمل فیملی میں رہتی،

جہاں مام، ڈیڈ اور وہ ہنسی خوشی رہتے...

مگر کچھ خواہشات تو ہوتی ہی ادھوری رہنے کے لیے ہیں۔

ہر رات دیر تک روتے رہنے کے بعد اسے نیند آتی تھی.....

دروازے پر ہونے والی دستک نے اسے ماضی سے حال میں لاپٹھا۔

اس نے جلدی سے آنسو پونچھے اور بیڈ پر کسبل اوڑھ کر لیٹ گئی، پاس پرٹا تکیہ منہ پر رکھ لیا۔ لیکن اگر وہ ایسا نہ کرتی تو بھی شاید رمشہ اس کی آنکھیں دیکھ کر یہ جان نہ پاتیں کہ وہ روتی رہی ہے۔

اس کی آنکھیں بھی اس کی ذات کی طرح گہری تھی وہ اس کے راز چھپا لیتی تھیں۔

رمشہ نے لائٹ آن کی اور اسے آواز دی۔

"حیا....!"

لیکن وہ ساکت لیٹی سونے کی اداکاری کرنے لگی۔

اب وہ حیا کا کندھا بلا رہیں تھی۔

"حیا اٹھ جاؤ تین گھنٹے سے تم سو رہی ہو۔ اٹھ کر کچھ کھا لو!"

پھر تمہارا بلڈپریشر لو ہو جائے گا۔ جلدی اٹھو! منہ ہاتھ دھو کر کچن میں آؤ۔"

رمشہ اس کے وجود سے کسبل کھینچ چکیں تھی۔

"حیا....! جلدی اٹھو۔" وہ کمرے سے باہر نکل گئیں۔

رمشہ کے جاتے ہی اس نے چہرے سے تکیہ ہٹایا۔ سر درد سے پھٹ رہا تھا اور آنکھیں جل رہی تھیں۔

بد دلی سے اٹھ کر وہ واش روم میں گھس گئی۔

.....

ماہی اپنے کمرے میں داخل ہوئی۔

اُس کے ذہن میں شفق پھوپھو کی باتیں گردش کر رہی تھیں،

حماد زرش سے محبت کرتا ہے اور اُسے اپنی بیوی بنانا چاہتا ہے....

وہ قدم بڑھاتی ہوئی بیڈ تک آئی، ایک جھٹکے سے بیڈ پر بیٹھی،

اُسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ کیسے ری ایکٹ کرے،

وہ بیڈ کی چادر کو اپنے ہاتھ میں مضبوطی سے پکڑے ہوئے تھی،

اُس کی آنکھوں میں نمی اُبھرنے لگی، وہ اپنے جذباتوں کو کنٹرول کرنے کی کوشش کر رہی تھی، پر وہ ناکام ہو رہی تھی، اُس کی آنکھوں سے آنسو بے اختیار بہنے لگے۔

"ح.. حماد..." لبوں سے سسکی نکلی اور وہ پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع ہوگئی۔

عصر کا وقت تھا... ماہی دوپہر سے ہی اپنے کمرے میں بند تھی،

وہ بھیگی آنکھیں سے کھڑکی کے باہر دیکھ رہی تھی،

دروازہ کھلنے کی آواز پر اس نے فوراً سے اپنی آنکھیں صاف کیں،

دروازہ کھلا اور عقیلہ اندر آئیں،

"ماہی تم دوپہر سے کمرے میں کیوں بند ہو....؟"



کہتی ہوئیں وہ اس تک آئیں۔

"کیا بات... "بوٹے بوٹے وہ رُکیں،

"تم رو رہی ہو؟"

"نہ... نہیں.. میں کیوں روؤں گی؟"

"ماہی مجھ سے جھوٹ مت بولو، میں تمہاری ماں ہوں، تمہاری آنکھوں سے پتہ چل رہا ہے کہ تم رو رہی تھی!"

وہ اس کے ساتھ بیڈ پر بیٹھ گئیں،

"بتاؤ کیا ہوا ہے؟ کیوں رو رہی تھی؟"

"کچھ نہیں ماما، کچھ بھی نہیں ہوا..."

"ماہی! شاباش بتاؤ کیا ہوا ہے؟"

ماہی نے کچھ ملے ان کا چہرہ دیکھا، پھر عقیلہ کے گلے لگ کر زار و قطار رونے لگی اور کہنا شروع

کیا.....!

شام کا وقت تھا مرتضیٰ اپنے کمرے میں صوفے پر بیٹھا تھا۔ کمرے کی بتیاں بند ہونے کی وجہ سے نیم تاریکی تھی۔ ٹیبل پر پڑا ایش ٹرے سیگروں کی راکھ سے بھر چکا تھا۔ ہاتھ میں پکڑے سیگٹ کی طرح اس کا دل بھی جل رہا تھا۔ اس کے اضطراب میں ہر گزرتے لمحے کے ساتھ اضافہ ہو رہا تھا۔

"تمہاری بیڈلک ہے کہ میں بے وقوف لڑکی بالکل بھی نہیں ہوں جو یہ چند جملے سن کر تمہارے آگے گھٹنے ٹیک دے...."

حیا کا کہا ایک ایک لفظ اس کی محبت کے منہ پر طمانچہ مار رہا تھا۔

شاید اسے حیا سے محبت اس بددعا کی تکمیل کے لیے ہوئی تھی۔

مگر کیا واقعی میں اس کی بددعا میں اتنی طاقت تھی؟

آنکھوں کے پردوں کے پیچھے ماضی کے مناظر لہرائے۔

چار سال پہلے....

مرتضیٰ اور حماد بوسٹن کی بارورڈ یونیورسٹی میں موجود تھے۔

مرتضیٰ حماد سے ایک سال سینئر تھا۔

بہت سی لڑکیوں نے اس کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا تھا۔

لیکن اپنی ریزرو نیچر کی وجہ سے اس نے کسی سے دوستی نہیں کی تھی۔

ویسے بھی اسے بے باک لڑکیاں ایک نظر نہیں بھاتی تھیں۔

کچھ اسٹوڈنٹس اسے مغرور کہتے تھے مگر اسے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا،

کیونکہ اسے اپنی ذات میں کسی کی مداخلت پسند نہیں تھی۔

انہی دنوں ماریا نامی ایک لڑکی نے اس کی اور حماد طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا تھا۔

چونکہ ان کے دادا نے زرش کا ہاتھ بچن میں ہی حماد کے لیے مانگ لیا تھا، اس لیے حماد نے خود پر کا ٹیگ لگا رکھا تھا۔ (taken ٹیکن)

حماد کے کہنے پر مرتضیٰ نے ماریا سے دوستی کر لی تھی مگر ان کی دوستی میں بے تکلفی نہیں تھی۔

ان کے درمیان ہونے والی مختصر سی گفتگو میں بھی زیادہ ہاتھ ماریا کا ہوتا تھا۔

ماریا کا باپ مسلمان تھا جبکہ اس کی ماں کر سچن تھی۔ ماریا نے اپنے باپ کا مذہب اختیار کیا تھا۔

مذہب سے تو وہ مسلمان تھی لیکن ساری زندگی غیر مسلم ملک میں گزارنے کی وجہ سے وہ بھی ان آزاد فضاؤں کے باسیوں کی طرح بے باک تھی۔

وہ یونیورسٹی میں اپنا زیادہ تر وقت مرتضیٰ کے آگے پیچھے گھومنے میں صرف کرتی تھی۔

فارغ اوقات میں ماریا کے ڈھیروں میسجز مرتضیٰ کو موصول ہوتے تھے جن میں سے ایک عد کا ہی وہ جواب دیتا تھا۔

اس کے کلمے اکثر جملے ذومعنی ہوتے تھے۔ جنہیں مرتضیٰ جان بوجھ کر نظر انداز کر دیتا تھا۔

وہ ماریا کی نظروں کا بدلہ رنگ پہچان چکا تھا اس لیے اس نے ماریا سے کترانا شروع کر دیا تھا۔

کچھ دنوں بعد ماریا نے اس کے رویے سے تنگ آکر کیفٹیریا میں سب کے سامنے روتے ہوئے اس سے اظہار محبت کیا تھا۔

مرتضیٰ کو ماریا کے اظہار نے حیرت میں نہیں ڈالا تھا بلکہ اس کے اس طرح سب کے سامنے کہنے پر حیرت ہوئی تھا۔

لیکن پھر سب کی معنی خیز نظریں خود پر جمی دیکھ کر اسے غصہ آیا تھا۔

مرتضیٰ نے بھی ہر لحاظ بالائے تاک رکھ اسے سب کے سامنے جھڑکا تھا۔

ماریا نے دوبارہ مرتضیٰ سے بات کرنے کی کوشش نہیں کی تھی، وہ یونیورسٹی میں بھی بہت کم نظر آتی تھی۔

مرتضیٰ بھی مطمئن ہو گیا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا یہ صرف ایک ٹین ایج کرش کے سوا کچھ نہیں تھا۔

لیکن اسے ماریا کو سب کے سامنے جھڑکنے کا گلٹ تھا مگر شاید اس وقت وہ ایسا نہ کرتا تو بات بڑھ بھی سکتی تھی۔

اس کی ڈگری حماد سے ایک سال پہلے مکمل ہوگئی تھی مگر بجائے واپس پاکستان جانے کے، اس نے حماد کی ڈگری مکمل ہونے تک وہاں کی ایک لوکل فرم میں جاب کی تھی۔

جس دن ان کی واپسی تھی وہ ایئرپورٹ کے باہر کھڑے کچھ یونیورسٹی فیلوز کو الوداع کہہ رہے تھے۔

تبھی مرتضیٰ کو ماریا دکھائی دی تھی۔

اس نے پھل کلر کی شرٹ کے ساتھ بلیو جینز پہن رکھی تھی۔

پاؤں میں پہنے ہیل والے شوز سے وہ ٹک ٹک کرتی مرتضیٰ کی طرف ہی آرہی تھی۔

اس کی رنگت پہلے سے ڈل لگ رہی تھی۔

آنکھوں کے نیچے گہرے ہلکے تھے اور وہ پہلے سے کمزور بھی لگ رہی تھی۔

وہ مرتضیٰ کے عین سامنے آکر کی۔ اس کی خاموشی پر مرتضیٰ نے سوالیہ انداز میں ابرو اٹھائی۔

مگر ماریا کچھ مٹے نم آنکھوں کے ساتھ اس کا چہرہ دیکھتی رہی، یوں جیسے وہ مرتضیٰ کا ہر ایک نقش حفظ کر رہی ہو۔

مرتضیٰ نے اس کی آنکھوں کے سامنے چٹکی بجائی عین اسی مٹے ماریا کی آنکھ سے آنسو ٹپکا۔

مرتضیٰ کو تھوڑا گھٹ فیل ہوا لیکن وہ کسی بھی فضول چکر میں نہیں پڑتا چاہتا تھا۔

اسے یقین تھا اسکے واپس چلے جانے کے بعد ماریا اسے بھول جائے گی۔

"مرتضیٰ جانے سے پہلے ایک بات مانو گے؟" اس کے لہجے میں آس تھی۔

"کیا؟" مرتضیٰ نے الجھن زدہ نظروں سے ماریا کو دیکھا۔

"میں پہلی اور شاید آخری بار تمہارے گلے لگ کر تمہیں محسوس کرنا چاہتی ہوں۔ پلیز مرتضیٰ...." اس کے لہجے اور نرم آنکھوں میں التجا تھی۔

مرتضیٰ نے بھنویں سکیریں، ماتھے پر بل پڑے، وہ سرخ آنکھوں سے اسے گھورتا دو قدم پیچھے ہٹا۔ اس نے خود کو کچھ بھی بولنے سے باز رکھا کیونکہ وہ وہاں کوئی تماشہ نہیں چاہتا تھا۔

ماریا کو اس کا جواب مل چکا تھا۔

اس کی آنکھوں سے بہتے آنسوؤں میں روانی آئی وہ تیزی سے اس کے پاس سے گزرنے لگی لیکن ایک لمحے کے لیے ٹھہری اور اس کی آنکھوں میں جھٹکا۔

"خدا کرے مرتضیٰ علی تمہیں بھی میری طرح کسی سے شدید محبت ہو لیکن وہ بھی تمہاری طرح،
تمہاری محبت تمہارے منہ پر مار کر جائے۔" یہ کہہ کر وہ ڈورتے قدموں سے اس سے دور ہوتی چلی
گئی.....

مرتضیٰ نے گہری سانس لی اور کندھے جھٹکے اس نے ماریا کی کسی بھی بات کو سیرئیس نہیں لیا
تھا کیونکہ اسے یقین تھا

اس کا واسطہ محبت نامی بلا سے کبھی نہیں پڑے گا کیونکہ سچی محبت صرف قصے، کہانیوں میں ہی
وجود رکھتی ہے....

ہاتھ میں پکڑے سیگٹ نے انگلیوں کو جلایا تو ایئرپورٹ کی جگمگاتی بتیاں غائب ہوئیں اور وہ حال
میں لوٹا۔

سیگٹ کو ایش ٹرے میں پھینکا اور آنکھوں کو انگلیوں سے مسلا۔

اس نے آنکھیں بند کر کے سر صوفے کی پشت پر ٹکا دیا۔

کچھ مٹے بعد ایک جھٹکے سے دروازہ کھلا لیکن آنے والے کو کمرے میں پھیلی سیگٹ کی اسمیل اور دھوئیں سے کھانسی کا دورا پڑا۔

مرتضیٰ نے اس کے کھانسنے پر بیزاری سے آنکھیں کھولیں اور بالکونی کا دروازہ کھولا پھر کمرے کی بتیاں جلائیں۔

"کسی کے کمرے میں داخل ہونے کے کچھ آداب ہوتے ہیں!" مرتضیٰ سینے پر ہاتھ باندھے اسے گھور رہا تھا۔

حماد کی ڈرامائی کھانسی اب بند ہو چکی تھی۔

"شکر کرو میں ہوں اگر میری جگہ دادی جان ہوتیں تو تمہیں کمرے میں رہنے کے آداب بھی سکھاتیں!" حماد کے لبوں پر چڑانے والی مسکراہٹ تھی۔

مرتضیٰ نے مکا اس کی کمر پر رسید کیا۔

"ہائے..... میری کمر.... دادی جان... آپ کے اس ظالم پوتے نے میری کمر توڑ دی.... ہائے..."
اس سے پہلے کہ وہ مزید ڈرامہ کرتا مرتضیٰ نے اسکے منہ پر ہاتھ رکھا دیا۔

"کیا دادی جان آئیں ہیں؟"

"ہاں، میں خود لے کر آیا ہوں۔ وہ تمہارا پوچھ رہیں تمہیں اسی لیے میں تمہیں بلانے آیا تھا۔ لیکن اب یقیناً وہ خود تمہارے کمرے میں پہنچنے والی ہوں گیں آخر کو اپنے ہونہار پوتے سے ملنے کی جلدی ہے انہیں.."

اسکی بات پر مرتضیٰ سٹیٹایا۔ اور جلدی سے کمرے میں ائیر فریشنر اسپرے کیا۔
"تم نیچے جاؤ اور دادی جان کو میرے کمرے میں نہ آنے دینا۔ میں پانچ منٹ میں شاور لے کر آتا ہوں.."

وہ حماد کو ہدایت جاری کرتا ڈریسنگ روم میں داخل ہوا اور کپڑے نکالے لگا۔

دادی جان کو سیگڑ سے سخت نفرت تھی اگر انہیں ذرا سی بھی اسمیل آجاتی تو پھر مرتضیٰ کی خیر نہیں تھی....

.....

ماہی کی پوری بات خاموشی سے سُننے کے بعد، عقیلہ نے اس کے آنسو صاف کیے،

آنسو صاف کر کے عقیلہ نے اس کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لیا،

"ماہی! محبت پر کسی کا اختیار نہیں ہوتا، محبت جب ہونی ہوتی ہے، جس سے ہونی ہوتی ہے، ہو جاتی ہے....."

جیسے تمہیں حماد سے محبت ہوئی اور حماد کو زرش سے محبت ہوئی،.....

ماہی بیٹا ایک بات یاد رکھنا، زندگی سب کچھ پالینے کا نام نہیں ہے، اصل زندگی کھو کر جینے کا نام ہے،.....

وقت اور حالات کے دہانے پر خود کو چھوڑنا پڑتا ہے.....

وقت مرہم ہے جو انسان کے درد کی دوا بنتا ہے، انسان کو جینا سکھاتا ہے،

آگے بڑھنا زندگی ہے اور رُک جانا موت..

وہی کشتی ساحل پر پہنچتی ہے جو موجوں کے ساتھ رواں دواں ہوتی ہے،

بغاوت اور سرکشی فنا کر دیتی ہے اور یوں فنا ہونا شکست ہے... " اس نے آنسوؤں میں خود کو
ڈوبنے دیا

اور پھر اپنے رب سے ہمکلام ہوئی

یہی وہ محلے تھے جب اُس نے نا ممکن کو ممکن کرنے کا فیصلہ کیا

وہ اُٹھی اور اُس نے اپنی ماں کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لیا

اور بہتی آنکھوں کے ساتھ اُن کو چومتے ہوئے بولی

"میری اصل جنت تو میری ماں ہے، چند لمحوں کے لیے میں بھول گئی کہ میری اصل زندگی کے حق دار میرے والدین ہیں.."

عقیدہ نے خوشی سے ماہی کے ماتھے کو چومنا اور دُعا دی

ماہی کو لگا کہ شاید اُس نے اپنا پہلا حق ادا کیا

"میری دُعا ہے کہ میرا رب مجھے معاف کرے اور میری منزلوں کو آسان کرے"

ماہی نے اپنی زندگی کو نئے انداز سے جینے کا فیصلہ کر لیا تھا..

.....

حیا چھت پر بیٹھی پڑھ رہی تھی۔

آج موسم اچھا تھا ہلکی ہلکی ہوا چل رہی تھی اور سورج بادلوں کے پیچھے پردہ نشین تھا۔

وہ ایسے موسم کی دیوانی تھی۔

پچھلے آدھے گھنٹے سے وہ ایک سوال حل کرنے کی کوشش کر رہی تھی لیکن سوال تھا کہ حل ہی نہیں ہو رہا تھا۔

آخر اس نے جھنجھلا کر کتابیں ٹیبل پر پٹخی اور اپنی کلاس فیلو کو کال کرنے کے لیے موبائل ڈھونڈنے لگی لیکن موبائل وہاں ہوتا تو ملتا نا..

اففف... فون تو میں کمرے میں چھوڑ آئی ہوں"

وہ مزید جھنجھلاتے ہوئے بڑبڑائی اور پیر پختی سیرھیوں کی طرف بڑھ گئی۔

.....

مرتضیٰ اس وقت زیر ہاؤس میں موجود تھا۔ وہ حماد اور زرش کے نکاح کا دعوت نامہ دینے آیا تھا۔

مرتضیٰ نہیں آنا چاہتا تھا لیکن چونکہ وہ زیر صاحب کا بزنس پارٹنر تھا سو ناچاہتے ہوئے بھی اسے آنا پڑا۔

زیر صاحب اس سے ملنے کے بعد اسے ٹیرس پر لے گئے۔

وہ کرسی پر بیٹھا وسیع و عریض آسمان کو دیکھ رہا تھا۔ زیر صاحب رمشہ کو چائے بنانے کا بولے گئے تھے۔

اگر حیا ہاں کر دیتی تو شاید اس وقت وہ یہاں کسی اور حیثیت سے بیٹھا ہوتا مگر....

اس نے سر جھٹک کر سوچوں کو بھی جھٹکنے کی کوشش کی۔

اس کی نظر سامنے پڑی نوٹ بک پر پڑی جس کے صفحے ہوا سے پھڑپھڑا رہے تھے۔

اس نے نوٹ بک کھولی پہلے صفحے پر سیاہ روشنائی سے لکھا حیا کا نام جگمگا رہا تھا۔ مرتضیٰ نے اس پر انگلیاں پھیریں۔

پھر اس نے وہ صفحہ کھولا جس میں قلم رکھا تھا۔ ایک ہی سوال کو کئی مرتبہ حل کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔

اس نے سوال پڑھا اور اگلے صفحے پر اسے حل کرنے کی کوشش کی۔

صرف دو منٹ میں اس نے وہ سوال حل کر لیا تھا۔

زیر صاحب کو آتا دیکھ کر اس نے نوٹ بک بند کر کے سائیڈ پر کر دی۔

.....
ہلکی ہلکی بوندا باندی شروع ہو چکی تھی۔ حیا اپنی کلاس فیلو سے ابھی تک گفتگو کرنے میں مگن تھی۔
اس نے کھڑکی سے باہر دیکھا تو جلدی سے فون بند کیا۔

"ہائے.... میری کتابیں گیلی نہ ہو جائیں۔" وہ بڑبڑاتی ہوئی دوڑتے قدموں سے سیڑھیاں چڑھنے لگی۔

آخری سیڑھی پر قدم رکھا ہی تھا کہ یکدم سامنے سے کوئی نمودار ہوا۔ اس نے بروقت پیروں کو بریک لگائی ورنہ ضرور سامنے کھڑے شخص سے ٹکرا جاتی۔

اس نے سر اٹھا کر سامنے دیکھا تو گلے میں کڑواہٹ گھلتی ہوئی محسوس ہوئی اور ماتھے پر بل نمودار ہوئے۔

جبکہ مرتضیٰ مبہوت ہوا اسے دیکھ رہا تھا۔

سیاہ قمیض کے ساتھ سیاہ ہی ٹراؤزر پہن رکھا تھا۔ ہم رنگ ڈوپٹے کے ہالے میں دمکتا اس کا چہرہ
مرتضیٰ کا دل دھڑکا گیا تھا۔

حیا رخ موڑ کر سائیڈ پر ہوئی۔

مرتضیٰ کچھ مٹے اسے دیکھتا رہا پھر سیڑھیاں اترنے لگا لیکن اب اس کے دل و دماغ میں ایک عزم
تھا۔

حیا صرف اور صرف اس کی ہے اور وہ اسے اپنا بنا کر رہے گا.....

حیا بیڈ پر بیٹھی ہاتھ میں پکڑی کاپی پر حل ہوئے سوال کو حیرت سے آنکھیں پھاڑے دیکھ رہی
تھی۔

"یہ خود بہ خود کیسے حل ہو گیا؟ اور یہ اتنی پیاری لکھائی کس کی ہے؟"

نچلا لب دانتوں میں دبائے وہ سوچ سوچ کر پریشان ہو رہی تھی۔ پھر ایک جھماکے سے یاد آیا۔

مرتضیٰ علی.... وہ چھت سے نیچے اتر رہا تھا۔ تو کیا یہ سوال اسی نے حل کیا ہے؟ یقیناً اسی نے کیا ہوگا.... ہنسہ بدتمیز انسان...

کچھ دیر پہلے کی سوچ (پیاری لکھائی والی) پر لعنت بھیجی۔ اس سے اچھا تو میں خود لکھ لیتی ہوں۔ کتابیں سائیڈ پر رکھتی بیڈ سے اتری اور کمرے سے باہر نکل گئی۔

وہ کافی بنا کر کچن سے باہر نکلی زبیر صاحب لاؤنج میں صوفے پر بیٹھے ٹی وی دیکھ رہے تھے۔

حیا بھی سائیڈ پر پڑے سنگل صوفے پر بیٹھ گئی۔ سامنے ٹیبل پر پڑا دعوت نامہ دیکھ کر اس نے کافی کا کپ نیچے رکھا۔

"ڈیڈ کس کی شادی ہے؟" اس نے دعوت نامہ اٹھاتے ہوئے پوچھا۔

"مرتضیٰ علی کی بہن کا نکاح ہے اس ہفتے کو۔"

"ہمممم..."

چلو شکر ہے ماہی کا راستہ صاف ہوا اب زرش کا ماہی اور حماد کے درمیان آنے کا خدشہ ختم ہوا۔
اس کے لبوں پر ہلکی سے مسکراہٹ تھی۔

لیکن دعوت نامے پر لکھے نام پڑھتے ہی اس کی مسکراہٹ غائب ہوئی۔

"حماد اور زرش...." وہ بے یقینی سے بڑبڑائی۔

وہ جلدی سے کھڑی ہوئی اور دوڑتی ہوئی اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

"حیا..... حیا... کیا ہوا ہے؟" زبیر اور رمشہ کی آوازوں کو نظر انداز کرتی وہ کمرے میں گھس گئی۔

کچھ دیر بعد وہ عبایا اور نقاب میں ملبوس پھرتی سے سیڑھیاں اتر رہی تھی۔

"حیا! کیا ہوا ہے؟ کہاں جا رہی ہو؟" زبیر صاحب نے پریشانی سے پوچھا۔

"مام ڈیڈ مجھے ایک بہت ضروری کام یاد آگیا ہے۔ میں ماہی کے گھر جا رہی ہوں۔ ایک دو گھنٹے تک واپس آجاؤں گی۔" اس نے جلدی جلدی بہانہ گھڑا۔

"اکیلی نہ جانا۔ ڈرائیور کے ساتھ جاؤ۔" رمشہ نے ہدایت جاری کی۔

"اوکے.... اللہ حافظ" وہ تیزی سے باہر نکل گئی۔

ماہی اپنے کمرے کی چیزیں سیٹ کر رہی تھی کہ اچانک کوئی زور دار آواز سے چلاتا ہوا اس کے کمرے میں داخل ہوا،

وہ سٹیٹا کر رہ گئی....

حماد قدم بڑھاتا ماہی تک آیا... ماہی کے دونوں بازوؤں کو پکڑا اور جوش سے بولنے لگ گیا....

"ماہی! ماہی! ماہی! میں آج بہت خوش ہوں... بہت زیادہ....."

حماد جوش میں ناجانے کیا کچھ کہہ رہا تھا ماہی اپنے ہوش و حواس میں نہیں تھی وہ تو صرف اسے دیکھ رہی تھی۔

اچانک سے اُسے محسوس ہوا کہ کوئی اُس سے مخاطب ہے

تبھی اُس نے اپنے آپ کو سمیٹا تو اُسے سمجھ آیا کہ وہ خواب نہیں حقیقت میں حmad ہے

وہ بہت خوش لگ رہا تھا،

"ماہی! میں نے اپنی زندگی کی سب سے بڑی خوشی پالی ہے

میں دنیا کے اُن خوش نصیبوں میں سے ہوں جو جسے چاہتے ہیں اُسے پا لیتے ہیں۔"

وہ محبت کا فلسفہ اُس کے سامنے بیان کر رہا تھا جو خود محبت کی پادیش میں تھی،

اُس نے محبت کی سرگوشیوں کو محسوس تو کیا تھا لیکن اُس کی لطافتوں کو پانا سکی تھی۔

ماہی نے خالی آنکھوں سے حماد کو دیکھا اور کہا

"اگر قسمت کا لکھا سب کچھ ہوتا تو خدا انسان کو دُعا مانگنا نہ سکھاتا....."

ماہی نے اپنے فیصلے کو سوچا اور اپنے آپ کو مضبوط کرتے ہوئے مسکرائی اور اُس کی خوشی میں

خوش ہوئی اس نے مسکراتے ہوئے حماد کو دُعا دی۔

"اللہ کرے آپ کو وہ سب ملے جس کی آپ نے تمنا کی ہے"

حماد اس کی دعا پر کھل کر مسکرایا۔

محبتیں یا عبادتیں تسبیح سے مشروط نہیں ہوتیں بلکہ نیتوں کی پابند ہوتی ہیں نیتوں میں کھوٹ ہو تو
برسوں کی ریاضت بیکار جاتی ہے....

کھلی کھڑکی کے سامنے ماہی سینے پر ہاتھ باندھے کھڑی تھی،

باہر سے آنے والے ہوا کے جھونکوں سے اس کے بال اڑ رہے تھے

وہ آسمان کو دیکھ رہی تھی

وہ اس خوبصورت منظر کو اپنی آنکھوں میں قید کرنے کی کوشش کر رہی تھی.....

تبھی دھڑام سے دروازہ کھلا اور حیا اندر آئی،

ماہی نے دروازہ کھلنے کی آواز پر گردن موڑ کر دروازے کی طرف دیکھا اور بے یقینی سے آنکھیں ملیں
لیکن سامنے حیا ہی کھڑی تھی۔

وہ تیزی سے آگے بڑھ کر حیا کے گلے لگی۔

"اسلام و علیکم... کیسی ہو ماہی؟"

"و علیکم اسلام م.. میں بالکل ٹھیک ہوں.. تم.. تم کیسے آگئی؟"

"کیا مطلب کیسے آگئی! گاڑی میں آئی ہوں اور گاڑی سے اتر کر تمہارے کمرے تک اپنے پاؤں سے
حیا نے جیسے اس کی عقل پر ماتم کرتے ہوئے بتایا۔ "Insane چل کر آئی ہوں۔"

ماہی کھلکھلائی

"میرا مطلب ہے تم تو ناراض نہیں تھی؟"

ماہی حیران تھی کیونکہ جب حیا ناراض ہو جاتی تھی تو اسے منانا بہت مشکل ہوتا تھا لیکن اس دفعہ تو اسے حیا کو منانے کی فرصت ہی نہیں ملی تھی اور حیا خود ہی یوں اچانک اس سے ملنے آئی تھی۔

آج کل زندگی اسے بہت سے سرپرائزز دے رہی تھی۔

حیا کھڑکی پاس رکھے صوفے پر بیٹھ چکی تھی ماہی بھی اس کے ساتھ بیٹھ گئی۔

"ہممم.. ناراض تو میں اب بھی ہوں اور تم نے مجھے منانا ہے۔ لیکن میں صرف دوستی کی خاطر آئی ہوں زیادہ خوش نہ ہو تمہارے لیے نہیں آئی۔ میں نے سوچا وہ دوست ہی کیا جو مشکل یا پریشانی میں اکیلا چھوڑ دے...."

ماہی آنکھوں میں نمی لیے اسے دیکھ رہی تھی وہ جانتی تھی حیا ایسی ہی ہے اس کی ناں میں ہاں ہوتی تھی۔ اور کبھی بھی کسی چیز کا زبان سے اظہار نہیں کرتی تھی۔

ماہی اس کے گلے لگ گئی

"آئی لو یو...."

"آئی ہیٹ یو.. چلو اب دور ہو۔" مصنوعی خفگی سے کہہ کر اس نے ماہی کو خود سے دور کیا۔

"ماہی میں نے حماد اور زرش کے نکاح کا دعوت نامہ دیکھا تھا... میں نے تمہیں کہا بھی تھا اس راہ پر نہ چلو آخر میں تمہارے دامن میں صرف کانٹے ہی بچیں گے۔ مرد سے محبت کے صلے میں صرف آنسو ہی ملتے ہیں لیکن نہیں تم نے میری بات نہیں مانی.."

وہ کچھ دیر کی خاموشی کے بعد بولی تھی۔

"حیا محبت پر کسی کا بس نہیں چلتا محبت تو بس ہو جاتی ہے۔ اللہ نے اگر میرے نصیب میں حماد کا ساتھ نہیں لکھا تو اس میں کوئی بہتری ہی ہوگی۔ یہ یقیناً میرے حق میں بہتر ہے میں اللہ کی رضا میں خوش ہونے کی پوری کوشش کر رہی ہوں۔" وہ بہتی آنکھوں کے ساتھ بولی۔

"ہممم.. بہت اچھی بات ہے انسان کو زندگی میں آگے بڑھ جانا چاہیے۔ کسی واقعے کے ہونے سے یا کسی کے چلے جانے سے زندگی نہیں رکتی۔ میں تمہارے لیے دعا کروں گی۔ اللہ تمہیں بہت اچھا لائف پارٹنر دے۔ آمین.."

اس نے صدق دل سے کہا

"حیا کیا زندگی میں آگے بڑھ جانا اتنا آسان ہے؟ اگر ایسا ہے تو تم اپنی زندگی میں آگے کیوں نہیں بڑھ رہی۔ میں نہیں جانتی کیا ہوا تمہا اور اگر تم خود نہیں بتانا چاہتی تو میں نہیں پوچھوں گی لیکن تم آج بھی ماضی کو اپنے پلو سے باندھے ہوئے ہو۔"

"ایسا کچھ بھی نہیں ہے اور میں زندگی میں بہت آگے بڑھ گئی ہوں۔" حیا نے نظریں چراتے ہوئے جواب دیا۔

"اگر ایسا ہے تو تم نے مرتضیٰ بھائی کو ایک چانس کیوں نہیں دیا۔ دنیا کے سارے لوگ ایک جیسے تو نہیں ہوتے۔"

اس سے پہلے کہ حیا کچھ بولتی باہر سے عقیدہ کی آواز سنائی دی۔

"ماہی... حیا... بیٹا میں نے کافی اور پکوڑے بنائے ہیں آکر کھا لو۔"

"چلو چلتے ہیں۔" ماہی نے صوفے سے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

حیا بھی اس کی پیروی میں کھڑی ہوئی اور کمرے سے باہر نکل گئی۔

رات آسمان پر پھیل چکی تھی..

زیش اور اُس کی دوستوں نے مال میں مووی دیکھنے کا پلان بنایا ہوا تھا،

زیش اپنی دوستوں کے ساتھ باتیں کرتے ہوئے بے دھیانی سے سیڑھیاں اتر رہی تھی،

آخری سیڑھی اترتے لگی تھی کہ اُس کا پیر پھسلا، اور ایک زور دار آواز کے ساتھ جب وہ نیچے گرنے لگی تو اُس نے خود کو کسی کی بانہوں کے حصار میں پایا، اُس نے چہرہ اٹھا کر دیکھا سامنے حمید تھا،

چند لمحوں کے لئے زیش کو لگا وہ کسی حسین خواب زیر اثر ہے،

لیکن دوستوں کے قہقہوں نے اُس کو خواب سے بیدار کیا

تو اُس کو پتہ چلا کہ یہ خواب نہیں حقیقت ہے،

اُس کا دل چاہا وقت ٹھہر جائے یہ محلے کبھی فراموش نہ ہوں...

اس نے خود کو سمجھالا اور حمید کو مسکرا کر دیکھتے ہوئے شکریہ کہا اور اپنی دوستوں کے ساتھ چلی گئی....

.....

ماہی سینے پر ہاتھ باندھے کھڑکی کے سامنے کھڑی تھی،

سورج کی کرنیں اُس کے چہرے کو چھو رہی تھیں،

بیڈ پر لال رنگ کا لہنگا پڑا ہوا تھا جس پر گولڈن رنگ سے کڑبائی ہوئی ہوئی تھی، ساتھ میچنگ جیولری بھی تھی اور زمین پر ریڈ ویلوٹ کی ہیلز رکھیں تھیں۔

اس نے حماد کے نکاح میں جانے کے لیے پوری تیاری کر لی تھی،

"ضروری نہیں کہ جس سے ہم محبت کریں، وہ بھی ہم سے محبت کرتا ہو یا جسے ہم چاہیں وہ ہمیں مل جائے،

جو ہمیں مل جائے وہ اُس رب کا کرم، نہ لے تو بھی اُس رب کا کرم۔

وہ ہمیں وہی دیتا ہے جو ہمارے حق میں بہتر ہوتا ہے۔"

دروازہ کھلا اور حمید اندر آیا،

"ماہی!"

حمید کی آواز پر ماہی مڑی،

"کیا کر رہی ہو؟" قدم بڑھاتا حمید ماہی کے سامنے آکر کھڑا ہوا،

"کچھ نہیں،"

"اچھا سنو! مجھے بہت بھوک لگ رہی ہے، مجھے اچھے سے پکوڑے بنا دو۔"

"ابھی؟ بھائی کچھ اور کھا لیں نا میرا ابھی موڈ نہیں ہو رہا کچھ بنانے کا۔"

ماہی کہتے ہوئے بیڈ پر بیٹھ گئی

حمید کی مسکراہٹ سمٹی

"ٹھیک ہے! مت بناؤ، میں تم سے بات نہیں کروں گا۔"

وہ قدم بڑھاتا دروازے کی طرف چل دیا

"اچھا... اچھا.. رُکیں میں بنا دیتی ہوں."

ماہی کو ایموشنل بلیک میل کرنا بہت آسان ہے، اور یہ بات وہ جانتی تھی

حمید رُکا،



"جلدی بنانا اور ہاں چائے بھی بنانا!"

"اچھا پھر آپ کو میری ہیلپ کرنی ہوگی، آپ کو پیاز کاٹنے ہونگے!"

"کیا؟ نہیں، تم مجھے روتا ہوا دیکھنا چاہتی ہو؟"

حمید کی بات پر ماہی مسکرائی،

"ہاں نا!"

ماہی قدم بڑھاتی حمید تک آئی،

"بھائی دونوں مل کر بناتے ہیں نا

مزا آئے گا، کتنا ٹائم ہو گیا ہم دونوں نے ایک ساتھ کوکنگ نہیں کی۔"

"ہمممم ! اچھا ٹھیک ہے۔"

حمید نے کچھ مٹے سوچا اور پھر مسکراتے ہوئے کہا

جواباً ماہی بھی مسکرا دی اور دونوں کمرے سے باہر نکل گئے

تارکول سے بنی کشادہ اور صاف ستھری سڑک پر گاڑی رواں دواں تھی۔ گاڑی کے اندر گلوکار کی
آواز گونج رہی تھی۔

کبھی ہمسفر لگیں منزلیں

کبھی راستوں کی خبر نہیں

کبھی بے سبب گئے زندگی

کہیں چاہتوں کا اثر نہیں

نہ ہے راستہ، نہ ہیں منزلیں

کیسے زندگی کو سمجھا لوں

میری چاہتیں کیوں بنی سزا

کیوں ہوئی غموں کی یہ بارشیں

نہیں بے وفا یہ محبتیں

نہیں بے وفا یہ دل

اسی ہارے یار مقدرائے توں

ساڈا ہال نہ پچھو ساڈا رب وارث

میری بے بسی کا خدا گواہ

وہی جانے درد کی شدتیں

ملا درد جو وہ مٹا نہیں

میری خواہشیں بنی حسرتیں

یہ سقم ہے یا عنایتیں

کیسے ٹوٹے دل کو میں جوڑ لوں....

وہ آنکھوں پر گلاسز لگائے ونڈا سکر کے پار سڑک پر نظریں جمائے ہوئی تھی۔ سوچ کا پنچھی بھی
محو پرواز تھا۔

حماد کے نکاح میں صرف ایک دن رہتا تھا۔ وہ ماہی کا درد سمجھ سکتی تھی۔

کسی سے محبت کرنا اور پھر اسے کھو دینا آسان نہیں ہوتا۔ اس نے اپنی ماں کو تڑپتے دیکھا تھا۔

اس نے بھی ڈیڈ سے محبت کی تھی۔ محبت تو محبت ہوتی ہے چاہے رشتہ کوئی بھی ہو۔

کسی شخص کو خود سے زیادہ چاہنا اور پھر آخر میں پتا چلنا کہ وہ شخص تو ہمارا ہے ہی نہیں...

تب تکلیف کی شدت روح تک محسوس ہوتی ہے، دل خون کے آنسو روتا ہے۔

گاڑی کو لگنے والے جھٹکوں نے

سوچ کی پرواز کو توڑا۔ اس نے گاڑی ایک سائیڈ پر روکی۔

گلاسز اتار کر اُٹھو سے آنکھوں میں آئی نمی صاف کی اور دروازہ کھول کر گاڑی سے باہر نکلی۔

گاڑی کا پیچھلا ٹائر پنچر تھا۔

پہلے ہی اس کا موڈ خراب تھا اب پنچر ڈٹائر دیکھ کر اس کا دل چاہا گاڑی کو آگ ہی لگا دے۔

"اللہ.. اللہ.. اب اس ٹائر کا کیا کروں... ڈیڈ کو کال کرتی ہوں۔ نہیں بلکہ ماہی کو کال کرتی ہوں.." خودکلامی کرتے اس نے گاڑی کا دروازہ کھولا اور اندر بیٹھ کر بیگ سے موبائل نکالا

لیکن موبائل تھا کہ آن نہیں ہو رہا تھا۔ بے بسی اور غصے کی وجہ سے اس کی آنکھوں میں آنسو جمع ہونے لگے۔

"میں نے موبائل چارج..... نہیں کیا تھا... اف۔۔ اب کیا کروں۔" رات کو دیر تک موبائل پر ناول پڑھنے کے بعد صبح آنکھ بھی دیر سے کھلی تھی۔ وہ یونیورسٹی سے لیٹ ہو رہی تھی اس لیے موبائل کو چارجنگ پر لگانا بھول گئی تھی۔

اس وقت سڑک سے اکا دکا گاڑیاں ہی گزر رہی تھیں۔ ہر گزرتے محلے کے ساتھ اس کی فرسٹریشن میں اضافہ ہو رہا تھا۔

"اب کیا کروں..؟ کس سے مدد مانگوں؟ کاش مجھے ٹائر بدلنا آتا۔ اللہ تعالیٰ پلیز ہیلپ می! کسی کو بھیج دیں.."۔

بڑبڑاتے ہوئے اس نے سڑک پر نگاہ ڈالی شام کے سائے پھیل رہے تھے۔ پاس سے گزرتی گاڑیاں
بھی سپیڈ سے گزر کر کچھ لمحوں بعد نظر سے اوجھل ہو جاتی تھیں۔

شاید ہماری زندگی بھی سڑک کی طرح ہے جس میں بہت سے موڑ آتے ہیں اور ہم سڑک پر موجود
گاڑیوں کی طرح اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہوتے ہیں،

ہر کسی کو اپنی منزل پر پہنچنے کی جلدی ہوتی ہے اور اگر ہم راستے کے درمیان میں رُک جائیں تو
کوئی دوسرا ہمارے لیے نہیں رکتا۔

منزل تک وہی پہنچتا ہے جو بیچ راستے میں بہت نہ ہارے۔ جیسے گاڑی کو آگے بڑھنے کے لیے پیٹرول
کی ضرورت ہوتی ہے

ویسے ہی ہم انسانوں کو آگے بڑھنے کے لیے روح میں توانائی کی ضرورت ہوتی ہے اور روح میں توانائی
و تروتازگی اللہ کے ذکر سے آتی ہے۔

ہارن کی آواز پر وہ چونکی اور گردن پھیر کر پیچھے دیکھا۔

وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا گاڑی تک پہنچا اندر بیٹھ کر اس نے گاڑی اسٹارٹ کی۔

کچھ دیر پہلے کیلیفورنیا سے آئے کاروباری وفد کے ساتھ اس کی میٹنگ ختم ہوئی تھی۔ اب گاڑی کا رخ لیڈیز بوتیک کی طرف تھا۔

جہاں سے اس نے زرش کے نکاح کا ڈریس اٹھانا تھا۔ زرش نے فٹنگ کے لیے ڈریس دیا تھا لیکن چونکہ دادی جان نے نکاح سے ایک دن پہلے زرش کے باہر نکلنے پر پابندی لگا دی تھی سو یہ کام بھی مرتضیٰ کے سر تھا۔

اس کی نظر سڑک کنارے کھڑی گاڑی پر پڑی وہ گاڑی بالکل حیا کی گاڑی جیسی تھی مگر ایک جیسی تو کئی گاڑیاں ہوتی ہیں

وہ یقیناً یہ سوچ کر گزر جاتا اگر اس کی نظر نمبر پلیٹ پر نہ پڑتی۔ اس نے چونک کر غور سے نمبر پلیٹ کو دیکھا وہ حیا کی ہی گاڑی تھی

لیکن وہ اس وقت یہاں سڑک کنارے گاڑی روکے کیا کر رہی تھی؟

قرب پہنچنے پر اسے اندازہ ہوا کہ گاڑی کا پچھلا ٹائر پنکچر تھا۔ تو کیا حیا اس وقت گاڑی کے اندر موجود تھی؟

سوچتے ہوئے اس نے گاڑی سائڈ پر روکی اور بارن دیا پھر گاڑی سے باہر نکل کر اس کی گاڑی کی طرف بڑھا۔

اس کی گاڑی کے پیچھے سفید رنگ کی مرسیڈیز کھڑی تھی۔

حیا نے نقاب سیٹ کیا اور دل ہی دل میں آیت الکرسی کا ورد کرتے گاڑی کا دروازہ کھولا اور باہر نکلی عین اسی محلے ڈارک بلیو تھری پیس میں ملبوس کوئی اس کے سامنے رکا تھا۔ اس نے سر اٹھا کر دیکھا اور آنکھوں میں حیرت در آئی اس کے سامنے مرتضیٰ کھڑا تھا۔

پتا نہیں کیوں لیکن پہلی دفعہ اپنے سامنے کھڑے شخص کو دیکھ کر اسے غصہ نہیں آیا تھا بلکہ دل کے کسی کونے میں سکون سرایت کر گیا تھا۔

"حیا آپ ٹھیک ہیں؟" وہ فکرمندی سے اس کی نقاب سے جھانکتی جھیل سی گہری اداس آنکھوں کو دیکھتے پوچھ رہا تھا۔

حیا نے سر اثبات میں ہلایا اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہنے کو لب واکرتی مرتضیٰ خود ہی بول پڑا۔

"کیا آپ نے مکینک یا کسی اور کو کال کر کے بلوایا ہے؟"

"نہیں.. ایکچولی میرے موبائل کی بیٹری ڈیڈ ہوگئی ہے۔" اس نے مدہم آواز میں بتایا۔

"آپ کی گاڑی میں ایکسٹرا ٹائر موجود ہے؟" اس نے پوچھا لیکن پھر اس کے جواب کا انتظار کیے بغیر اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔

حیا کی نظریں اس کی پشت پر جمی تھیں۔

کچھ لمحوں بعد وہ واپس آیا تو ٹائی اور کوٹ غائب تھا۔

سفید شرٹ کی آستینیں کہنیوں تک مڑی تھیں اور ہاتھوں میں ٹائر اٹھا رکھا تھا۔

ٹائر نیچے رکھ کر وہ پھر سے اپنی گاڑی کی طرف بڑھا واپسی پر اس کے ہاتھ میں ٹول باکس تھا۔

ایک نظر حیا پر ڈالی جو حیران نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ ایک گھٹنا زمین پر ٹکا کر وہ نیچے بیٹھا اور ٹائر بدلے لگا۔

حیا ساکت کھڑی اسے دیکھ رہی تھی۔

اس نے اللہ سے مدد مانگی تھی اور اللہ کی طرف سے بھیجی گئی مدد مرتضیٰ علی تھا۔

جو اس کے سامنے اپنے منگے کپڑوں اور اپنے اسٹیٹس کی پرواہ کیے بغیر زمین پر بیٹھا گاڑی کا ٹائر بدل رہا تھا۔

پتا نہیں کیوں ہر بار ناچاہتے ہوئے بھی اس کا سامنا اس شخص سے ہو جاتا تھا۔ وہ واحد نامحرم تھا جس نے اسے بغیر نقاب کے دیکھا تھا۔

"حیا...!" مرتضیٰ کے بلانے پر اس نے چونک کر اسے دیکھا۔

"آپ پلیز گاڑی کے اندر بیٹھ جائیں۔ یوں سڑک کنارے کھڑا ہونا اچھا نہیں لگتا۔"

حیا نے جواباً صرف گردن اثبات میں ہلائی اور گاڑی کے اندر بیٹھ گئی۔

وہ خود پر حیران ہو رہی تھی آج وہ اس شخص کو منع نہیں کر پائی تھی۔

آج اس کا غصہ اس کی انا کہاں جا کر سوئی تھی۔

کچھ دیر بعد مرتضیٰ نے انگلیوں کی پشت سے کھڑکی کا شیشہ بجایا حیا دروازہ کھول کر باہر نکلی۔

"ٹائر فلز ہو گیا ہے اور پنکچر ڈٹائر میں نے آپ کی گاڑی کی ڈگی میں رکھ دیا ہے۔ اب آپ جاسکتی ہیں۔"

وہ اس کی آنکھوں میں جھانکتے سنجیگی سے گویا ہوا۔

حیا نے اسے دیکھا اس کی صاف ستھرے کپڑوں پر اب داغ لگ چکے تھے۔

وہ اس کا شکریہ ادا کرنا چاہتی تھی لیکن زبان نے الفاظ ادا کرنے سے اور لبوں نے وا ہونے سے انکار کر دیا تھا۔

اگر اس وقت مرتضیٰ علی کے علاوہ کوئی شخص اس کی مدد کرتا تو شاید حیا کے لیے شکریہ کہنا اتنا مشکل نہ ہوتا جتنا سامنے کھڑے شخص کو کہنا مشکل تھا۔

لیکن کیوں؟

اس سوال کا جواب تو اس کے پاس بھی نہیں تھا۔

ایک آخری نگاہ مرتضیٰ پر ڈال کر وہ پلٹی اور گاڑی کے اندر بیٹھ گئی۔

مرتضیٰ کی نظریں خود سے دور ہوتی گاڑی پر تھیں۔

اسے حیا سے اتنی فرما برداری کی امید نہیں تھی۔ زبان سے ایک بھی لفظ ادا کیے بغیر جس طرح اس نے مرتضیٰ کی ہر بات پر محض سر ہلایا تھا

مرتضیٰ حیرت کے مارے بے ہوش ہونے کو تھا۔

حیا نے اس کا شکریہ ادا نہیں کیا تھا لیکن وہ اس آنکھوں میں تشکر کا احساس دیکھ چکا تھا

ویلے بھی وہ حیا سے محبت کرتا تھا اور محبت میں شکریہ کی ضرورت نہیں ہوتی۔

.....
ڈرائیو کرتے ہوئے بھی وہ مسلسل مرتضیٰ کے بارے میں سوچ رہی تھی۔

اگر وہ چاہتا تو کسی مکینک کو کال کر کے بلوا سکتا تھا لیکن اس نے ایک محلے کے پلے بھی سوچے
بغیر حیا کی مدد کی تھی۔

"اگر ایسا ہے تو تم نے مرتضیٰ بھائی کو ایک چانس کیوں نہیں دیا۔ دنیا کے سارے لوگ ایک جیسے
تو نہیں ہوتے۔"

ماہی کے کلمے الفاظ اس کے ذہن میں گونجے۔

"کیا وہ واقعی میں مجھ سے محبت کرتا ہے؟" دل نے سرگوشی کی۔

"نہیں ایسا نہیں ہے وہ صرف مجھے امپریس کرنے کی کوشش کر رہا ہے!" دماغ نے دل کی تردید کی۔

حیا نے سر جھٹک کر سوچیں بھی جھٹکنے کی کوشش کی اور نظریں سرک پر جمادیں۔

.....
حماد اپنے کمرے میں بیٹھا موبائل استعمال کر رہا تھا،

کمرے کا دروازہ کھلا

دروازہ کھلنے کی آواز پر حماد نے دروازے کی طرف دیکھا،

شفق ہاتھ میں ڈل گولڈن کلر کا سمپل مردانہ سوٹ اور ساتھ میں مہرون واسکٹ پکڑے اندر داخل ہوئیں،

حماد بیڈ سے اتر کر قدم بڑھاتا شفق تک آیا،

"حماد یہ تمہارے نکاح کا سوٹ ہے، اسے ایک بار پہن کر چیک کر لو کہ ٹھیک ہے۔"

شفق نے سوٹ حماد کو تمھایا،

"جی اچھا!" اس نے سوٹ لیتے ہوئے کہا،

شفق مڑیں اور دروازے کی طرف چلنے ہی لگیں کہ حماد نے انہیں روکا،

"اما! رُکیں۔"

آواز پر شفق پلٹیں،

حماد قدم بڑھاتا بیڈ تک گیا اور اپنا سوٹ رکھا،

"یہاں میرے پاس آ کر بیٹھیں، مجھے آپ سے کچھ باتیں کرنی ہیں۔"

شفق حماد کے ساتھ بیڈ پر بیٹھ گئیں،

"کہو؟"، شفق نے حماد کو دیکھتے ہوئے کہا،

حماد نے ایک گہرا سانس لیا اور شفق کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لیا،

"اما کیا آپ میری شادی سے خوش ہیں؟؟؟"

حماد کی بات سُن کر شفق کے ماتھے پر بل نمودار ہوئے،

"ہاں میں خوش ہوں، کیوں؟ تم کیوں پوچھ رہے ہو یہ بات؟"

"بس ایسے ہی"

کہتے ہوئے حماد نے اپنا سر شفق کی گود میں رکھ دیا،

"ماما میں آپ سے اور ڈیڈ سے بہت پیار کرتا ہوں، میں آپ دونوں کو ہمیشہ خوش رکھنا چاہتا ہوں۔"

شفق مسکراتے ہوئے اُس کے سر پر ہاتھ پھیر رہی تھیں،

"حماد ہم دونوں بھی تم سے بہت محبت کرتے ہیں، اور ہمیشہ تمہاری بھلائی اور خوشی چاہتے ہیں۔"

کچھ ملے خاموشی سے گزرنے کے بعد شفق بولیں،

"حماد ہمیں تمہاری پسند سے کوئی مسئلہ نہیں ہے، پر...."

شفق کے خاموش رہنے پر حماد سیدھا ہوا،

"پر کیا ماما؟"

"کچھ نہیں!" شفق نے مسکراتے ہوئے کہا، اور اٹھ کھڑی ہوئیں،

"اچھا مجھے کچن میں کام ہے میں چلتی ہوں تم اپنا سوٹ چیک کر لینا!"

حماد مسکراتا ہوا، کھڑا ہوا، اور نرمی سے شفق کی پیشانی کو چوٹا،

"اما! آئی لو یو۔" حماد مسکراتے ہوئے بولا

"خوش رہو، آمین!" شفق نے مسکراتے ہوئے حماد کو دعا دی

"آمین.. " حماد مسکراتے ہوئے بولا،

"حیا..!"

"حیا.....!!" وہ بیڈ پر کتابیں کھول کر بیٹھی تھی لیکن استعمال ہاتھ میں پکڑا موبائل کر رہی تھی۔
رمشہ کی آواز پر اس نے بیزاری سے موبائل سائیڈ ٹیبل پر رکھا اور کمرے سے باہر نکلی۔

"جی...امام.. کیوں بلا رہی ہیں؟" وہ کچن میں داخل ہوئی رمشہ چائے بنا رہیں تھی۔

"نکاح کی تقریب میں چلو گی؟"

"ہممم... جاؤں گی۔ ویلے میں جانا نہیں چاہتی تھی لیکن ماہی کی ضد کی وجہ سے جارہی ہوں۔" وہ
کاؤنٹر سے ٹیک لگائے کھڑی تھی۔

"اچھا ہے ویلے بھی رات کی تقریب ہے تم گھر میں اکیلی ہوتی تو مجھے فکر ہی لگی رہتی۔"

وہ اب چائے کپ میں نکال رہی تھی۔

"ڈیڈ کہاں ہیں؟"

"اپنے کمرے میں ہیں۔ چائے پیو گی نکالوں تمہارے لیے؟"

"نہیں.. آپ کو پتا تو ہے کہ مجھے چائے نہیں پسند۔"

"ٹائم دیکھ لو شام کے پانچ بج رہے ہیں اور ہم یہاں سے آٹھ بجے نکلیں گے۔ ٹائم سے تیار ہو جانا۔"

رمشہ کی بات مکمل ہوتے ہی اس نے اپنے کمرے کی طرف قدم بڑھائے۔

"سیاہ اور سفید کے علاوہ کوئی رنگ پہننا ورنہ گھر پر ہی رہو گی!"

اس نے دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھا ہی تھا جب رمشہ نے وارننگ جاری کی۔

اس کے ماتھے پر بل پڑے اور موڈ کا ستیاناس ہو گیا کیونکہ اس کا ارادہ بلیک ڈریس پہننے کا تھا۔

"پتا نہیں مام کو بلیک کالر سے کیا چڑ ہے!" اس نے بڑبڑاتے ہوئے وارڈروب کھولی۔ آدھے سے زیادہ کپڑے سیاہ رنگ کے تھے۔

اس نے ایک افسردہ نظر سیاہ جوڑوں پر ڈالی کیونکہ وہ ان میں سے ایک بھی جوڑا آج پہن نہیں سکتی تھی۔

بالآخر پندرہ منٹ کی محنت کے بعد اس کا دل بڑی مشکل سے ایرلڈ گرین کلر کے بال گاؤن پر راضی ہوا تھا۔

بال گاؤن کے گلے اور دامن پر سلور د موتیوں سے کام ہوا تھا۔

کپڑے بیڈ پر رکھنے کے بعد اب وہ میچنگ جوتیاں اور جیولری نکال رہی تھی۔

ماہی شیشے کے سامنے کھڑی مسکرا رہی تھی، وہ حماد کے نکاح میں جانے کے لیے تیار تھی

اس نے فل ریڈ کلر کا لینگا پہنا تھا جس پر گولڈن رنگ سے کڑھائی ہوئی ہوئی تھی، اور جگہ جگہ گولڈن رنگ کے موتی گے ہوئے تھے

لھنگے کی شرٹ بھی پورے گولڈن موتیوں سے بھری ہوئی تھی،

بالوں کی فرینچ چٹیا بنی ہوئی تھی، چہرے پر لائٹ سائیک اپ ہوا ہوا تھا، ساتھ میچنگ جیولری پہنی ہوئی تھی،

پیروں میں ریڈ ویلویٹ کی ہیل پہنی تھی

وہ پیاری لگ رہی تھی،

ماہی اپنا دوپٹا سیٹ کر چکی تھی، تبھی دروازہ کھلا، دروازہ کھلنے کی آواز پر ماہی نے دروازے کی طرف دیکھا،

"ماہی تیار ہو؟" حمید نے پوچھا

اس کے بال نفاست سے پیچھے کو سیٹ کیے ہوئے تھے،

فل وائٹ کلر کی شلوار قمیض کے اوپر بلیک کلر کی واسکٹ پہنی ہوئی تھی،

کلائی میں بلیک کلر کی گھڑی تھی

پاؤں میں بلیک کلر کی کھیری پہنی ہوئی تھی،

حمید ڈیسینٹ لگ رہا تھا۔

"جی تیار ہوں!"

"چلو پھر چلتے ہیں،" حمید کہہ کر باہر نکل گیا،

ماہی نے ٹیبل پر پڑا فون اٹھایا اور کمرے سے باہر نکل گئی

وہ شیشے کے سامنے کھڑا کف لنگز لگا رہا تھا۔

پورا دن مختلف کاموں میں مصروف گزرا تھا ملازموں کی فوج ہونے کے باوجود اس نے ہر کام اپنی سرپرستی میں کروایا تھا۔

نکاح کی تقریب ہوٹل کے بجائے علی والا کے لان میں منعقد کی گئی تھی۔

بہت مشکل سے اس نے تیار ہونے کے لیے پندرہ منٹ نکالے تھے۔ ان پندرہ منٹوں میں بھی اس کے کزنز دو بار دروازہ بجاچکے تھے۔

خود پر پرفیوم چھڑک کر اس نے آئینے میں نظر آتے اپنے عکس پر نگاہ ڈالی

وہ اس وقت سفید قمیض شلوار کے ساتھ ایملرڈ گرین واسکٹ میں ملبوس تھا۔ پاؤں میں بلیک پشاوری چپل پہن رکھی تھی۔

دروازہ پر پھر سے دستک ہوئی تو اس نے بالوں کو انگلیوں سے سنوارا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

.....

حماد شیشے کے سامنے کھڑا شرٹ کے بٹن بند کر رہا تھا،

بال نفاست سے پیچھے کی طرف سیٹ کیے ہوئے تھے،

اس نے ڈل گولڈن کلر کی شلوار قمیض پہنی ہوئی تھی،

کلائی میں گولڈن کلر کی گھڑی تھی، پیروں میں اُس نے مہرون رنگ کے کھسے پہنے ہوئے تھے،

آج اس کا نکاح تھا، بالآخر آج وہ دن آگیا تھا جس کا اُسے کب سے انتظار تھا، آج وہ ایک نئے

رشتے میں بندھنے والا تھا،

آج زرش اُس کی بیوی بننے والی تھی،

حماد خوش ہونے کے ساتھ ساتھ تھوڑا نروس بھی تھا۔ کیا وہ اس نئے رشتے کو نبھائے گا؟

اس نے قمیض کے بٹن بند کیے اور ٹیبل پر پڑا پرفیوم اٹھایا اور خود پر اسپرے کرنے لگ گیا
دروازہ کھلا اور شفق اندر داخل ہوئیں،

حماد نے دروازے کی طرف دیکھا اور مسکرا دیا،

شفق نے بیڈ پر پڑی واسکٹ اٹھائی اور اسے حماد کو دیتے ہوئے کہا،

"جلدی سے اسے پہنو!"

حماد نے مسکراتے ہوئے واسکٹ لی اور پہننے لگ گیا،

"اما، ڈیڈ کہاں ہیں؟" اس نے واسکٹ کے بیٹن بند کرتے ہوئے پوچھا،

"وہ تیار ہو رہے ہیں۔"

"ہمممم!"

"چلو جلدی سے تیار ہو کر باہر آجاؤ۔" کہہ کر شفق باہر کی طرف چل دیں،

[OBJ]

علی ولای میں فنکشن اپنے عروج پر تھا۔ مہمانوں کی آمد جاری تھی۔

لان کو پھولوں اور برقی قمقموں سے سجایا گیا تھا۔

مردوں کے لیے اسٹیج کے دائیں طرف ٹیبلز اریج کیے گئے تھے اور خواتین کے لیے بائیں طرف۔

مرتضیٰ داخلی دروازے کے پاس کھڑا مہمانوں کو ریسو کر رہا تھا۔

اس کی بے چین نظریں محو انتظار تھیں۔ وہ جانتا تھا وہ نہیں آئے گی لیکن دل کے کسی کونے میں یہ وہم تھا کہ شاید وہ آ ہی جائے۔

حماد اپنے دیگر کزنز کے ساتھ اسٹیج کے پاس کھڑا خوشگپیوں میں مگن تھا۔ اس کی آنکھوں کی چمک اور چہرے کی مسکان قابل دید تھی۔

ماہی چیئر پر بیٹھی آنے جانے والے لوگوں کو دیکھ رہی تھی، حیا ابھی تک نہیں آئی تھی، وہ آتے جاتے لوگوں کو دیکھ رہی تھی تبھی اُس کی نگاہ حماد پر پڑی جو کسی سے بات کر رہا تھا،

ماہی کا دل ڈوب کر اُبھرا،

وہ پیارا لگ رہا تھا، اُس کی مسکراہٹ، اُس کی آنکھیں، اُس کی باتیں.....،

وہ جتنا اُسے دیکھ رہی تھی اُس کا دل اتنا ہی بے قابو ہو رہا تھا،

آواز پر ماہی نے چہرہ اٹھا کر دیکھا،

"ماہی بیٹا!" زاہدہ بیگم نے پیار بھرے انداز سے ماہی کو بلایا

"جی دادو؟" ماہی نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا

"وہ اندر کمرے میں میری گرے شال پڑی ہوگی، وہ لے آؤ۔"

"جی اچھا!" اس نے سر کو اثبات میں ہلاتے ہوئے کہا

ماہی نے ایک نگاہ سامنے کھڑے حماد پر ڈالی، اور کمرے کی طرف چل دی.....!

.....

ماہی زاہدہ بیگم کے کمرے میں داخل ہوئی، یہاں وہاں نگاہیں دوڑائیں، چیئر پر پڑی گرے شال اُسے نظر آگئی تھی، ماہی نے قدم بڑھائے، شال کو اپنے ہاتھ میں لیا،

زاہدہ بیگم کے کمرے کے سامنے سے گزرتے حماد کی نظر ماہی پر پڑی،

"ماہی!" حماد نے ماہی کو پکارا،

آواز پر ماہی کے دل کی دھڑکنیں تیز ہوئیں،

وہ مڑی،

حماد قدم بڑھاتا ماہی کے سامنے آکر کھڑا ہوا،
ماہی کی نظریں حماد پر ٹھہر گئیں، وہ اُس کی آنکھوں میں دیکھتے خود کہیں کھو گئی تھی،

"یہاں کیا کر رہی ہو؟"

"آ... وہ... دادؤ نے شال لانے کو کہا تھا تو وہ لینے آئی تھی۔"

"ہمممم!"

حماد قدم بڑھاتا وال میر تک گیا، کچھ ملے خود کو دیکھا اور پھر اپنے بال سیٹ کرنے لگ گیا،

ماہی وہاں سے جا ہی رہی تھی کہ حماد نے اُسے روکا،

"اچھا رکو، یہ تو بتاؤ آج میں کیسا لگ رہا ہوں؟"

ماہی نے گردن موڑ کر مسکراتے ہوئے کچھ ملے حماد کو دیکھا، اور مسکرا کر بولی،

"ہمیشہ کی طرح بہت بینڈسم لگ رہے ہیں۔"

جواباً حماد کھل کر مسکرایا،

اور ماہی شرماتے ہوئے باہر نکل گئی.....!

ماہی کو یہاں آئے تقریباً ایک

گھنٹے سے زیادہ وقت ہو گیا تھا لیکن ابھی تک حیا کی آمد کا کوئی نام و نشان نہیں تھا۔

میوزک کی وجہ سے وہ سائیڈ پر گئی اور حیا کا نمبر ڈائل کیا۔

حیا مرتضیٰ کی امی سے مل رہی تھی جب اسے ماہی کی کال آئی۔ وہ اسکیزومی کہتی دو قدم آگے چلی اور کال ریسپونڈ کی۔

اس نے اپنے سے تھوڑے فاصلے پر کھڑی ماہی کو دیکھا تو اس کے لبوں پر شرارتی مسکراہٹ بکھر گئی۔

"اسلام و علیکم! حیا کدھر ہو؟" ماہی نے بے چینی سے پوچھا۔

"وعلیکم اسلام، یار.... ماہی میں نہیں آئی۔ میرا موڈ نہیں تھا۔ مام ڈیڈ تو اب تک پہنچ چکے ہوں گے۔"

نچلے لب کو دانتوں تلے دبائے وہ ہنسی روکنے کی کوشش کر رہی تھی۔ جبکہ دوسری طرف ماہی کا سانس رک گیا تھا۔

"حیا.... حیا.... تم.. کیوں نہیں آئی؟ میں نے تمہاری کتنی منتیں کیں تھیں۔ اب میں نے تم سے بالکل بھی بات نہیں کرنی۔"

اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا اور کال کاٹ دی۔

حیاتیز تیز قدم اٹھاتی ماہی کے قریب پہنچی چونکہ ماہی کی پشت حیا کی طرف تھی سو وہ اسے نہیں دیکھ سکی۔

"اف۔۔ یار ماہی تم کتنی ایویشنل ہو۔"

حیا اس کے کان میں سرگوشی کے سے انداز میں بولی۔ ماہی کرنٹ کھا کر پلیٹی۔

"تم... تم واقعی میں آگئی ہو؟" ماہی بے یقینی سے آنکھیں پھاڑے دیکھ رہی تھی۔

"اب آیا یقین؟" حیا نے اس کی کمر پر ایک دھپ رسید کی اور آنکھیں مٹکا کر معصومیت سے پوچھا۔

"حیا..!" ماہی خوشی سے چیخی اور اس کے گلے لگی۔

"اب اپنا یہ ایموشنل ڈرامہ بند کرو اور چلو کہیں بیٹھتے ہیں کیونکہ ہیل کی وجہ سے میرے پاؤں اب درد کر رہے ہیں۔" حیا اس سے الگ ہوتے ہوئی۔

ماہی کھلکھلائی

"ہمممم... چلو۔" اس نے حیا کا ہاتھ پکڑا اور ٹیبلز کی طرف چل پڑی۔

کچھ رشتے بہت خاص ہوتے ہیں اور ماہی کو اپنا اور حیا کا رشتہ بہت خاص لگتا تھا،

حیا کو ماہی کی زندگی میں آئے تقریباً نو سال ہو چکے تھے،

اور ان نو سالوں میں وہ حیا سے بہت اچھ ہو چکی تھی،

ماہی نے اپنی زندگی میں یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ حیا سے ہمیشہ وفا کرے گی، ماہی کو اس بات سے فرق نہیں پڑتا تھا کہ حیا اُس سے محبت کرتی ہے یا نہیں،

وہ بس یہ جانتی تھی کہ وہ حیا سے بہت محبت کرتی ہے....!

.....

مرتضیٰ داخلی دروازے سے تھوڑے فاصلے پر کھڑا فون پر بات کر رہا

جب اس کی نظر اپنے سامنے کی طرف اٹھی اور پھر پلٹنا بھول گئی۔

وہ بال گاؤن کو دونوں ہاتھوں سے تھوڑا اوپر اٹھائے شہزادیوں کی طرح سچ سچ کر قدم اٹھا رہی تھی۔

نقاب سے جھانکتی کاجل بھری آنکھیں جن کو دیکھتے وہ ہمیشہ کی طرح آج بھی ڈوب رہا تھا۔

وہ مہبوت ہوا اسے دیکھتے فون پر بات کرنا بھول چکا تھا۔

کچھ لمحوں بعد وہ فون پر بات کرتے تیز تیز قدم اٹھاتی مرتضیٰ کے پاس سے گزر گئی۔

وہ اس وقت بہت سی نگاہوں کا مرکز تھا لیکن وہ جس کا مرکز نگاہ بننا چاہتا تھا،

اس نے تو اس پر ایک سرسری سی نگاہ بھی ڈالنا گوارہ نہیں کیا تھا۔

کندھے پر کسی کا ہاتھ محسوس کر کے اس نے گردن موڑی۔ اس کے ساتھ حماد کھڑا تھا اور

اس کی نظریں بھی ماہی سے بات کرتی حیا پر تھیں پھر اس نے ایک نظر مرتضیٰ کو دیکھا۔

"ویلے میں ماہی کی بات سے اتفاق کرتا ہوں!"

"کون سی بات؟" مرتضیٰ نے بھنویں سکڑیں۔

"کہ تم اور میری ہونے والی بھابھی مشورہ کر کے ڈیسنگ کرتے ہو۔"

حماد نے ان دونوں کے ایرلڈ گرین کلر پہننے پر چوٹ کی۔

اس کی بات کا مطلب سمجھ کر اور حماد کے حیا کو بھابھی بولے پر مرتضیٰ دل کھول کر ہنسا تھا۔

"مرتضیٰ....!"

"مرتضیٰ....!" زاہدہ بیگم (دادی جان) کی آواز پر اس نے اپنی ہنسی کو بریک لگائی اور مسکراتا ہوا ان

کی طرف بڑھ گیا۔

ماہی کو عقیدہ نے بلایا تھا اسلیے حیا اس وقت اکیلی بیٹھی ادھر ادھر دیکھ رہی تھی۔

وہاں پر موجود عورتوں کے لباس اور پھر جس طرح وہ مردوں کے بازوؤں میں بازو ڈالے گھوم رہیں
تمہیں اسے اس ماحول سے وحشت ہو رہی تھی۔

کیا ان عورتوں کو خوف خدا نہیں آتا۔ یہ اپنے لیے جہنم کی آگ خرید رہی ہیں۔

نامحرم سے تو نرم لہجے میں بات کرنے کی اجازت نہیں ہے اسلام میں اور یہ ان کے ساتھ
خوشگپیوں میں لگن ہیں۔

"ہنہ... اگر اتنا ہی پردے کا شوق ہے تو یہاں آنے کی کیا ضرورت تھی.."

"ہاں تم ٹھیک کہہ رہی ہو ایسی لڑکیاں ہوتی ہی اٹینشن سیکرز ہیں۔ مردوں کو اپنی طرف متوجہ
کرنے کے لیے ایسے ہتھکنڈے اپناتی ہیں۔"

پاس کھڑی لڑکیوں کی گفتگو اس کے کانوں تک بآسانی پہنچ رہی تھی۔ وہ ایک جھٹکے سے کھڑی ہوئی۔

ٹیبل کے قریب آتی ماہی بھی ان کی گفتگو سن چکی تھی اس نے حیا کا بازو پکڑ کر اسے روکنے کی کوشش کی

لیکن وہ حیا ہی کیا جو اپنی مرضی کیے بنا رہ جائے۔

وہ عین ان کے سامنے جا کر کی۔

"اگر میں نقاب کر کے مردوں کو متوجہ کرنے آئی ہوں تو تم لوگ ایسے کپڑے پہن کر یقیناً نماز ادا کرنے آئی ہوگی۔"

حیا نے ان کے کپڑوں پر نظر کیا۔

گہرے گلے والی سلیولیس شرٹ اور ساتھ جینز جو گٹھنوں سے پھٹی ہوئی تھی۔

"دوسروں پر جملے کسے سے پہلے اپنے گریبان میں جھانک لیا کرو جو ویلے ہی اتنا گہرا ہے اور مردوں کے لیے دعوت نظارا ہے۔"

کیسی عورتیں ہو تم جو اپنی زینت کو چھپانے کے بجائے فخر سے ظاہر کرتی ہو..."

"حیاب کرو خوا مخوا کا تماشہ بنے گا۔" ماہی نے اسے بازو سے پکڑ کر گھسیٹا۔

حیا نے ان دونوں لڑکیوں کو گھوری سے نوازہ جو اب شرمندہ نظر آرہیں تھیں۔ ا

ن سے کچھ فاصلے پر کھڑی زاہدہ بیگم ان کی ساری گفتگو سن کر مسکرائی تھیں۔

[OBJ]

وہ سنہری رنگ کی بھاری کام والی سلیولیس میکسی اور زیورات میں ملبوس تھی۔

بالوں کے اونچے جوڑے پر مہرون رنگ کا ڈوپٹا اٹکایا گیا تھا۔

پاؤں میں ہائی ہلیز تھیں۔ ہاتھوں اور پیروں پر مہندی سے خوبصورت نقش و نگار بنائے گئے تھے۔

چہرے پر کیا گیا میک اپ اس کے حسن میں مزید اضافہ کر رہا تھا۔

وہ واقعی اس وقت آسمان سے اتری حور لگ رہی تھی۔

کنز کے جھرمٹ میں سچ سچ کر قدم اٹھاتی وہ سب مرد و زن کی مرکز نگاہ تھی۔

اس کے اسٹیج کے قریب پہنچتے ہی حماد نے اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھایا جسے تھام کر وہ اسٹیج کے اوپر چڑھی۔

اسٹیج پر موجود صوفے پر وہ حماد سے تھوڑے فاصلے پر بیٹھی تھی۔ حماد کی نگاہیں اس پر سے ہٹنے سے انکاری تھیں۔

خود پر جمی نظروں کی تپش محسوس کرتے اس کا دل ڈوب رہا تھا۔

کچھ لمحوں بعد ساتھ رکھے سنگل صوفے پر نکاح خواں کو بٹھایا گیا۔

حماد کی آنکھوں میں رنگوں کا ایک جہاں آباد تھا۔ اس کی محبت آج ہمیشہ کے لیے اس کے نام ہونے جا رہی تھی۔

"زربش علی ولد محمد علی کیا آپ کو حماد مصعود ولد مصعود احمد سے سکھ رائج الوقت دس لاکھ روپے حق مہر میں یہ نکاح قبول ہے؟"

نکاح خواں کی آواز پر لان میں خاموشی چھا گئی۔

سب اس کے جواب کے منتظر تھے۔ حماد کی بے تاب نگاہیں اس کے چہرے پر جمی تھیں۔

لیکن اس کی نگاہیں سامنے کھڑے شخص پر ٹھہری تھیں جو ایک ہاتھ میں سوٹ ڈرنک کا گلاس اٹھائے مسکرا کر کسی سے بات کر رہا تھا۔

زربش اس کی مسکراہٹ میں کھوئی تھی نکاح خواں کے الفاظ، تقریب اور ارد گرد موجود لوگ کہیں پس منظر چلے گئے تھے سامنے تو صرف وہ تھا۔

نکاح خواں کے دوبارہ الفاظ دہرانے پر زاہدہ بیگم نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ ہاتھ کا دباؤ محسوس کر کے اس کا ارتکاز ٹوٹا۔

"بیٹی بولو قبول ہے۔!" زاہدہ بیگم نے آہستہ آواز میں کہا وہ اس کی خاموشی کو اس کی جھجھک سمجھ رہیں تھی۔

اس نے ایک بار پھر نظر اٹھا کر سامنے کھڑے شخص کو دیکھا اب کی بار وہ بھی اسے دیکھ رہا تھا۔

نظریں ملیں اور اس نے ایک پل میں فیصلہ کر لیا جسے کرنے کے لیے وہ کب سے کشمکش کا شکار تھی۔

نکاح خواں نے پھر سے الفاظ دہرائے وہ ایک جھٹکے سے کھڑی ہوئی۔

"نہیں.... میں یہ نہیں کر سکتی.."

زرباش کی بات سن کر سب کے چہروں کا رنگ اڑ گیا

"زریش....!" حماد نے بے یقینی سے کہا

مہمانوں میں چہ گوئیاں شروع ہو چکی تھیں۔

زریش نے اپنی نگاہیں حماد کی طرف کیں

"آئی نو حماد تم ہرٹ ہو گے لیکن میں تم سے نکاح نہیں کر سکتی آئی ایم رئیلی سوری۔"

اس نے حماد کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں پکڑے۔

حماد ساکت کھڑا تھا، زبان الفاظ ادا کرنے سے قاصر تھی۔

"زریش...! تمہارا دماغ تو ٹھیک ہے؟" مرتضیٰ نے اسے بازو سے پکڑ کر جھٹکا۔

مرتضیٰ کے یو زرش کو پکڑنے پر ماہی مرتضیٰ کی طرف بھاگی،

"مرتضیٰ بھائی چھوڑیں اسے!" ماہی نے مرتضیٰ کو پریشان بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا،

زرش مرتضیٰ کی پکڑ سے آزاد ہوئی اور پھر سے حماد کے سامنے جا کھڑی ہوئی

"حماد تمہارا اور میرا رشتہ دادا نے بچپن میں طے کر دیا تھا جب ہمیں شادی کا مطلب بھی نہیں پتا تھا۔

ہم بچپن میں دوست تھے اور ہماری دوستی ہر گزرتے دن کے ساتھ گہری ہوتی رہی ہے۔

مجھے لگا ہم دونوں کی اچھی انڈر سٹینڈنگ ہے سو ہم ساتھ اچھی زندگی گزار سکتے ہیں لیکن میں غلط تھی

مجھے تم سے محبت نہیں تھی۔

لیکن اب... اب جب محبت ہوئی تو پتا چلا محبت کے بغیر زندگی گزارنا کتنا مشکل ہے۔

ایسا لگ رہا تھا میں کچھ بہت قیمتی کھونے جارہی ہوں اور...

اور تمہاری طرف بڑھتے ہر قدم کے ساتھ یہ احساس شدت اختیار کر رہا تھا۔

لیکن اب فیصلہ کرنے کے بعد میرا دل مطمئن ہے۔ میں....."

گال پر پڑنے والے تمہی کی وجہ سے اس کی بات کی۔

اس نے گال پر ہاتھ رکھ کر بے یقینی سے سارہ کو دیکھا۔ جو غصیلی نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"ممی... اس کے لب پھڑپھڑائے۔ اس سے پہلے کہ سارہ ایک بار پھر اس پر ہاتھ اٹھائیں مرتضیٰ نے ان کا ہاتھ پکڑا۔

"ممی کیا کر رہی ہیں آپ!"

"کاش کہ یہ تمھڑے میں نے تمھیں پہلے مارا ہوتا تو شاید آج یہ نوبت ہی نہ آتی۔"

میرے لڈپیار کا بہت ناجائز فائدہ اٹھایا ہے تم نے زرش ہماری عزت کا ہی خیال کر لیتی۔"

سارہ اس پر چلاتے ہوئے رو رہی تھیں۔

ماہی کی نظریں حماد پر پڑیں،

وہ بالکل ساکت کھڑا ہوا تھا

آواز پر ماہی نے شفق کی طرف دیکھا

"اگر حماد سے شادی نہیں کرنی تھی تو پہلے ہی انکار کر دیتی یوں بھری محفل میں انکار کر کے ہماری عزت کا جنازہ تو نہ نکالتی..."

میرے بیٹے کو دھتکارنے کے لیے اس مقام تک تو نہ لاتی.." شفق ملامت بھری نظروں سے اسے دیکھتے کہہ رہیں تھی۔

"حماد....!" مرتضیٰ حماد کو آوازیں دیتا اس کے پیچھے لپکا تھا جو اسٹیج سے اتر کر باہر جاتے راستے کی طرف بڑھا تھا۔

حیا افسوس بھری نظروں سے سارا منظر دیکھ رہی تھی۔ اس کی نظر اپنے سے تھوڑے فاصلے پر موجود زاہدہ بیگم پر پڑی

جو بے ہوش ہو کر زمین بوس ہونے لگیں تھی اُس نے لپک کر انہیں سہارا دیا۔

ان کا سر گود میں رکھ کر اس نے ان کا چہرہ تھپتھپایا،

آواز پر ماہی نے حیا کو دیکھا،

"ماہی جلدی سے پانی لے کر آؤ... جلدی جاؤ!"

ماہی نے اثبات میں سر ہلایا اور فوراً سے پانی لینے چلی گئی

"حماد.... حماد! سنو تو!"

رکو میری بات سنو..."

حماد رُکا اور بغیر مڑے بولا

"مرتضیٰ مجھے کوئی بات نہیں سننی،

جیسٹ لیو می الون....!"

کہہ کر وہ اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گیا،

مرتضیٰ واپس آیا، حیا کو زاہدہ بیگم کے چہرے پر پانی چھڑکے دیکھ کر وہ ان کی طرف بھاگا۔ باقی
سب بھی ان کے قریب پہنچ چکے تھے۔

"دادی جان.... کیا ہوا ہے آپ کو پلینز آنکھیں کھولیں..."

وہ ان کا چہرہ تھپتھپاتا ان کو پکار رہا تھا۔

اس نے حیا کی گود سے ان کا سر اپنے بازو پر رکھا اور دوسرا بازو ان کی ٹانگوں کے نیچے رکھ کر
انہیں اٹھائے گاڑی کی طرف بھاگا۔ سارے مہمان بھی آہستہ آہستہ روانہ ہو رہے تھے۔

کچھ دیر پہلے کے گونجتے قہقہے اب گہری اداسی اور سنائے میں تبدیل ہو چکے تھے۔

اور زرش بھی وہاں سے جا چکی تھی....!

.....

سب اُس کے سامنے کھڑے، سوال پوچھتی نظروں سے اُسے دیکھ رہے تھے،
اور وہ نظریں جھکائے کھڑی ہوئی تھی،

"اگر تمہیں حماد سے محبت نہیں تھی تو نکاح سے پہلے کیوں نہیں کہا؟ نکاح کا انتظار کیوں کیا؟"

سارہ کی بات پر زرش نے نظریں اٹھا کر انہیں دیکھا لیکن کچھ بولی نہیں،

"بتاؤ زرش مام تم سے کچھ پوچھ رہی ہیں!"

مرتضیٰ نے زرش کے جواب نہ دینے پر اُسے کہا

"مجھے نکاح کے وقت ہی پتہ چلا کہ میں حماد سے محبت نہیں کرتی، میری اور حماد کی بس اچھی انڈر سٹینڈنگ ہے۔"

سب اس کی بات پر خاموش ہو گئے،

کچھ محلے خاموشی سے گزرنے کے بعد زرش پھر سے بولی

"میں جانتی ہوں کہ میں نے حماد کا دل توڑا ہے، پر میں حماد کو کسی دھوکے میں نہیں رکھنا چاہتی تھی، اور میں نے جو کیا بالکل صحیح کیا!"

زرش نے صاف صاف الفاظ میں کہا

خاموشی ایک بار پھر چھا گئی،

"تم کسی اور میں تو انٹر سٹیڈ نہیں ہو؟"

مرتضیٰ نے قدم زرش کی طرف بڑھائے،

مرتضیٰ کی بات سُن کر زرش کے دل کی دھڑکنیں تیز ہوئیں،

"م..... میں اس بات کا جواب دینا ضروری نہیں سمجھتی!"

زرش نے دو ٹوک انداز میں کہا اور وہاں سے چلی گئی،

تقریباً آدھی رات ہو چکی تھی اور حماد مرتضیٰ کے گھر سے آنے کے بعد سے اپنے کمرے میں بند تھا،

شفق کو حماد کی بہت فکر ہو رہی تھی تو وہ اسے دیکھنے کے لئے کمرے تک آئیں،

انہوں نے دروازہ کھولنا چاہا پر دروازہ لاک تھا،

"حماد.... حماد.... دروازہ کھولو بیٹا!"

شفق نے دروازے پر دستک دیتے ہوئے کہا،

حماد بیڈ پر بیٹھا ہوا تھا،

اُس کے دماغ میں زرش کی باتیں گھوم تھیں،

"نہیں میں یہ نہیں کر سکتی

حماد مجھے تم سے محبت نہیں تھی"

باہر سے مسلسل شفق کی آواز آرہی تھی،

حماد بیڈ سے اٹھا اور قدم بڑھاتا دروازے تک گیا، دروازہ کھولا

ایک نظر شفق پر ڈالی اور بیڈ کی طرف چل دیا،

شفق قدم بڑھاتیں حماد تک آئیں، اس کے مرجھائے ہوئے چہرے کو دیکھ کر اُن کا دل بیٹھا اور آنکھوں میں آنسو جمع ہوئے۔

حماد کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے اُس کے ساتھ بیڈ کر بیٹھیں،

"حماد!" شفق نے پیار بھرے انداز سے، اُس کے چہرے کو، اپنے ہاتھ سے، اپنی طرف موڑتے ہوئے کہا

"یوں مایوس نہیں ہوتے بیٹا..

اللہ جو کرتا ہے بہتر کرتا ہے

مانا کے زرش نے تمہارا دل دکھایا ہے،

پر بیٹا اگر وہ تم سے محبت نہ کرنے کے باوجود بھی نکاح کر لیتی تو بعد میں یہ جان کر، کہ وہ تم سے محبت نہیں کرتی، تمہیں زیادہ دکھ ہوتا،

اچھا ہوا کہ زرش نے خود ہی سچ بتا دیا!"

حماد بس چُپ بیٹھا سُن رہا تھا،

"میں جانتی ہوں کہ جس سے ہم محبت کرتے ہیں اُسے بھلانا آسان نہیں ہوتا، پر بیٹا یہ کام مشکل بھی نہیں ہے۔"

حماد نے کچھ لمبے شفق کا چہرہ دیکھا، پھر اُن کی گود میں اپنا سر رکھ دیا،

شفق ہلکا سا مسکرائیں اور اُس کے بالوں میں انگلیاں پھیرنے لگ گئیں،

حماد نے اپنی آنکھیں بند کر لیں،

اور شفق کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا،

شفق نے جھک کر حماد کا سر چوما، اور پھر سے اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرنے لگ گئیں!....!

(ایک ماہ بعد):

وہ کچن میں پانی کی بوتل لبوں سے لگائے بیٹھا تھا۔ وہ کچھ دیر پہلے جوگنگ کر کے آیا تھا۔

اس کا جسم پسینے میں بھگکا تھا اور دل کی دھڑکن تیز تھی۔

"مرتضیٰ صاحب آپ کے لیے ناشتہ لگا دوں؟" ناشتہ بناتی ملازمہ کے پوچھنے پر اس نے سرنفی میں ہلایا۔

"نہیں ابھی میں شاور لوں گا پھر.... کیا دادی جان نے ناشتہ کر لیا؟"

"نہیں آج وہ دیر سے جاگی ہیں میں ان کا ناشتہ کمرے میں دینے جارہی ہوں۔"

"ہممم.... اچھا میرا ناشتہ بھی دادی جان کے کمرے میں لے جاؤ۔ میں دس منٹ میں آتا ہوں۔"

بات مکمل کرتے ہی وہ کچن سے باہر نکل کر سیڑھیاں پھلانگتا اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

کچھ دیر بعد وہ ڈارک براؤن سوٹ کے ساتھ لائٹ براؤن شرٹ اور بلیک کلر کی ٹائی پہنے تیار تھا۔

دروازے پر دستک دے کر اندر داخل ہوا۔ زاہدہ بیگم بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے بیٹھیں تھی۔

"اسلام و علیکم دادی جان! صبح بخیر۔"

ان کے ماتھے پر بوسہ دینے کے بعد وہ ان کا ہاتھ تھام کر ان کے قریب بیٹھ گیا۔

"وعلیکم اسلام۔ دادی کی جان۔" زاہدہ بیگم نے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرا اور اس کے ماتھے اور گالوں پر بوسے دیئے۔

"آج آفس نہیں گئے؟" وہ اسے پیار بھری نظروں سے دیکھتے پوچھ رہیں تھی۔

"تھوڑی دیر بعد نکلوں گا۔ آئیں اب ناشتہ کر لیں۔" مرتضیٰ نے ان کو سہارا دے کر بیڈ سے اٹھایا اور صوفے پر بٹھایا۔

حماد کے نکاح والے دن زاہدہ بیگم کا بلڈ پریشر خطرناک حد تک بڑھ گیا تھا۔ دو دن وہ اسپتال میں ایڈمٹ رہیں تھیں۔ مرتضیٰ کی تو جان حلق میں اٹکی ہوئی تھی۔

اپنی جان سے پیاری دادی کو کھونے کا تصور بھی اس کے لیے سوہان روح تھا۔

"ویسے وہ بہت پیاری ہے بالکل اپنے نام کی طرح۔" اس نے چونک کر زاہدہ بیگم کو دیکھا اور جوس کا گلاس لبوں سے ہٹا کر ٹیبل پر رکھا۔

"کون؟ کس کی بات کر رہی ہیں؟" اس سے الجھن آمیز نظروں سے انہیں دیکھا۔

"وہی جس پر سے میرے پوتے کی نظریں ہٹنے سے انکاری تھی اس دن..." وہ مسکرائیں۔

مرتضیٰ کا دل بہت زور سے دھڑکا تھا۔

"اے ایسی تو کوئی بات نہیں ہے دادی جان۔" اس نے نظریں چرائیں۔

"بے وقوف کسی اور کو بنانا۔ تمہاری آنکھوں میں نظر آتا ہے کہ تم اسے پسند کرتے ہو۔ وہ تمہارے ساتھ بہت اچھی گئے گی۔ اب بتاؤ اس کے گھر رشتہ لے کر کب جانا ہے؟ تمہاری شادی کے بعد میں سکون سے مر سکوں گی۔"

"دادی جان...!" وہ تڑپ کر ان کے گلے لگا۔

"ایسی باتیں نہ کیا کریں اسدا آپ کو لمبی زندگی دے۔ آمین۔"

وہ اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے نم آنکھوں کے ساتھ اداسی سے مسکرائیں تھیں۔

"حیا...!" رمشہ تیسری بار اسے جگانے آئیں تھی۔ اسنے بمشکل آنکھیں کھول کر تیکے کے پاس پڑا موبائل اٹھا کر ٹائم دیکھا۔

"مام ابھی تو گیارہ بھی نہیں ہوئے...!" وہ جھنجھلائی۔

"میں بارہ بجے سے پہلے نہیں اٹھوں گی۔ دوبارہ مجھے جگانے نہ آنا۔!"

وہ دوبارہ نیند میں جارہی تھی لیکن فون کی بجتی بیل اسے پھر سے جگا دیا۔

"السلام... السلام... یہ لوگ مجھے سونے نہیں دیں گے۔" غصے سے بڑبڑاتے ہوئے اس نے فون اٹھا کر دیکھا۔

کا نام جگمگا رہا تھا۔ insane فون کی اسکرین پر ماہی

حیا نے بینڈز فری لگا کر کال اٹینڈ کی اور آنکھیں بند کر کے پھر سے لیٹ گئی۔

"اسلام و علیکم۔"

"وعلیکم اسلام کیسی ہو حیا؟" دوسری طرف سے ماہی کی چمکتی ہوئی آواز سنائی دی۔

"الحمد للہ... تم کیسی ہو؟"

"اللہ کا شکر ہے میں بھی ٹھیک ہوں۔ کیا کر رہی ہو؟"

"سونے کی ناکام کوشش! پہلے مام نے جگا دیا اور اب تمہاری کال کی وجہ سے پھر ڈسٹرب ہوئی

ہوں۔"

"اف.. حیا گیارہ بج کر بیس منٹ ہو رہے ہیں اور تم سونے کی کوشش کر رہی ہو۔ پتہ نہیں تمہارا کیا ہوگا!"

"وہی ہوگا جو منظورِ خدا ہوگا.." اس نے بے ساختہ کہا

اور پھر دونوں کھلکھلائیں۔

"اچھا آج یونیورسٹی کیوں نہیں گئی؟" کچھ لمحوں بعد ماہی نے پوچھا۔

"ویسے ہی موڈ نہیں تھا جانے کا۔ اور تم کیوں نہیں گئی؟" خود سے کمبل ہٹا کر وہ اٹھ بیٹھی۔

"کیونکہ مجھے تمہارے گھر آنا ہے۔"

"ارے واہ.. میرے گھر آنے کے لیے تم نے یونیورسٹی سے چھٹی کر لی۔ تمہارا دماغ تو ٹھیک ہے نا؟

سر پر کہیں چوٹ وٹ تو نہیں آئی؟" حیا نے حیرانگی سے کہا

"الحمد للہ میرا دماغ بالکل ٹھیک ہے۔ آئی اور انکل گھر ہیں؟"

"ہممم... گھر ہی ہیں لیکن تم کیوں پوچھ رہی ہو؟" وہ کھڑکی کے پردے ہٹاتے بولی۔

"کیونکہ میرے ساتھ ماما اور بابا بھی آرہے ہیں۔"

"کیوں خیریت؟" حیا نے بھنویں سکڑیں۔

"ویلے ہی آرہے ہیں۔ کیا وہ تمہارے گھر نہیں آسکتے؟"

"نہیں... میرا مطلب ہے، میں ویلے ہی پوچھ رہی تھی۔ اچھا ٹھیک ہے میں فریش ہو کر بریک فاسٹ

کر لوں۔ باقی باتیں ساتھ بیٹھ کر کریں گے۔ اللہ حافظ۔"

"ٹھیک ہے۔ اسد حافظ۔" اس نے کال کاٹ کر فون چارجنگ پر لگایا۔

اس دن کے بعد سے وہ موبائل کی چارجنگ کا خاص طور پر دھیان رکھنے لگی تھی۔

.....

ایک بازو پر کوٹ ڈالے اور دوسرے ہاتھ سے ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتا وہ لاؤنج میں داخل ہوا۔
تھکاؤٹ اس کے چہرے پر عیاں تھی۔

خلاف معمول آج ساری لائٹس بھی آن تھیں اور شفق صوفے پر بیٹھیں ٹی وی دیکھ رہی تھیں۔

قدموں کی چاپ پر شفق نے سر اٹھا کر اسے دیکھا اور پھر گھڑی کو۔ حماد نے ان کی نظروں کے
تعاقب میں گھڑی کو دیکھا۔

گھڑی کی سوئیاں رات کا ایک بج رہی تھیں۔

"اسلام و علیکم ماما۔ خیہت آج آپ جاگ کیوں رہی ہیں؟" اسنے پریشانی سے پوچھا۔

"تمہیں کیا میں جاگوں یا سوؤں! تم پچھلے ایک مہینے سے اس کا سوگ منا رہے ہو جو تمہیں ٹھکرا چکی ہے جاؤ اب بھی جا کر اسی کو یاد کرو۔"

شفق غصے سے بولیں۔

وہ حماد کی تکلیف سمجھ سکتی تھیں لیکن وہ ان کا اکلوتا بیٹا تھا وہ کیسے اس کو اپنی آنکھوں کے سامنے خود کو برباد کرتا دیکھ سکتیں تھی۔

اس دن کے بعد سے حماد نے اپنی ذات کے ساتھ باقی سب کو بھی فراموش کر دیا تھا۔

وہ گھر سے صبح جلدی نکل جاتا تھا اور رات کو بھی دیر سے واپس آتا تھا۔ اس کے چہرے کی چمک اور شوخ طبعیت کہیں کھو گئی تھی۔

شفق نے اسے دیکھا جو چہرہ جھکائے خاموش بیٹھا تھا۔

اس کی رنگت مرجھا گئی تھی۔ نیند کی کمی کی وجہ سے آنکھوں کے نیچے گہرے ہلکے تھے ان کا ممتا بھرا دل تڑپ رہا تھا اپنے بیٹے کو دیکھ کر۔

"حماد میری جان... کیوں خود کو اور ہم سب کو سزا دے رہے ہو۔ اس کا ساتھ تمہارے نصیب میں نہیں لکھا یہ بات تسلیم کیوں نہیں کر لیتے!"

وہ اب بھی خاموش بیٹھا تھا اور اس کی خاموشی شفق کو مزید تکلیف سے رہی تھی۔

"اٹھو اور کپڑے بدل کر کچن میں آؤ میں کھانا گرم کرتی ہوں۔"

"ماما مجھے بالکل بھی بھوک نہیں ہے۔ میں سونے جا رہا ہوں آپ بھی سو جائیں۔" شفق کے ہاتھ کی پشت پر بوسہ دے کر وہ کھڑا ہوا۔

"حماد! بس اب بہت ہو گیا ہے اب میں تمہاری ایک بھی نہیں سنوں گی بہت کر لیا تم نے خود کو برباد۔ میں اور تمہارے بابا کل ہی تمہارا رشتہ لے کر جائیں گے۔" شفق نے فیصلہ سنایا تو

اسکے ماتھے پر بل پڑے۔

"اما پلیز میں...."

شفق نے اس کی بات کاٹی۔

"حماد! میں نے کہا اب میں کچھ نہیں سنوں گی۔ تم نے اپنی مرضی کر کے دیکھ لی اب میری پسند سے تمہاری شادی ہوگی۔ اگر مجھ سے محبت کرتے ہو تو میرے فیصلے سے تمہیں اختلاف نہیں ہونا چاہیے۔"

اب جاؤ اور جا کر آرام کرو لیکن صبح ناشتے کے ٹیبل پر تم حاضر ہو!"

شفق نے دو ٹوک انداز میں کہا حماد محض سرہلا کر تھکے قدموں سے اپنے کمرے کی جانب چل پڑا۔

.....

گھڑی کی سوئیاں رات کے دو بج رہی تھیں لیکن نیند اس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔

آنکھ سے بہتے آنسو رکے کا نام نہیں لے رہے تھے۔

دن میں ماہی اپنے والدین کے ساتھ اس کے گھر آئی تھی۔ وہ اور ماہی لچ ٹائم تک چھت پر بیٹھی باتیں کرتی رہیں تھیں اور

ان کے والدین ڈرائنگ روم میں بیٹھے تھے۔ حیا ماہی کے والدین کے آنے پر حیران تھی لیکن وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ وہ کس وجہ سے آئے ہیں۔

لچ کرنے کے بعد وہ لوگ واپس چلے گئے تھے۔

رمشہ سے ملتے ہوئے عقیلہ کا کہا جملہ حیا کے ذہن میں اٹک گیا تھا۔

"ہمیں آپ کے جواب کا انتظار رہے گا۔"

وہ حیران تھی کیسے جواب کا انتظار؟ مگر اس کی حیرانگی اس وقت ختم ہوئی

جب اس نے رات ڈنر کے بعد کچن میں کھڑی رمشہ سے سرسری سے انداز میں ماہی کے والدین کی آمد کی وجہ پوچھی۔

"وہ تمہارے لیے اپنے بیٹے حمید کا پروپوزل لائے تھے۔ میں نے اور تمہارے ڈیڈ نے سوچنے کا وقت مانگا ہے۔"

حیا کا دل ایک لمحے کے لیے بند ہوا اور اس کا سانس حلق میں اٹکا۔ وہ بے یقینی سے آنکھیں پھیلائے رمشہ کو دیکھ رہی تھی۔

"ای... ایسا کبھی بھی نہیں ہوگا سنا آپ نے! میں کبھی بھی شادی نہیں کروں گی۔ اور یہ بات اپنے شوہر کو بھی بتا دینا۔"

وہ چیخنے کے سے انداز میں بولی اور ڈورتے ہوئے اپنے کمرے میں گھس گئی۔

اس وقت سے وہ روئے جا رہی تھی۔ اسے ماہی پر شدید غصہ تھا وہ جانتی تھی حیا شادی نہیں کرنا چاہتی

اور وہ اس کے لیے اپنے بھائی کا رشتہ لے آئی تھی۔

تقریباً دن کے بارہ بج رہے تھے، آج سنڈے تھا اور سب گھر پر ہی موجود تھے،

حماد ڈرلینگ مرر کے سامنے کھڑا گھڑی پہن رہا تھا، اس نے فل وائٹ شرٹ کے ساتھ بلیک پینٹ
پہنی ہوئی تھی، شرٹ کے آستین کہنیوں تک موڑ رکھیں تھیں
وہ شاید کہیں جا رہا تھا،

اُس نے سرسری سی نگاہ شیشے میں نظر آتے اپنے عکس پر ڈالی،

اُس کی آنکھوں کے نیچے گہرے ڈارک سرکلز تھے، اُس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی بے چینی
تھی، وہ تھکی تھکی لگ رہیں تھیں،

جیسے مکمل نیند نہ ملی ہو، اور اس کا چہرہ پہلے سے کمزور اور ڈل لگ رہا تھا،

شفق ٹی وی لاؤنج میں بیٹھیں ٹی وی دیکھ رہی تھیں، اُن کی نظریں ٹی وی کی طرف تھیں پر
دھیان کہیں اور تھا، وہ حماد کے بارے میں سوچ رہیں تھی،

وہ کتنا بدل چکا تھا اُس کی خوش مزاجی کہیں گم سی ہو گئی تھی، اُس کے لہجے میں برف سی
ٹھنڈک آ گئی تھی،

اُس نے گھلنا ملنا چھوڑ دیا تھا، اُس حادثے کے بعد سے اُس نے مرتضیٰ کے گھر کی طرف رُخ نہیں
کیا تھا،

شفق نے ایک گہرا سانس لیا اور ٹی وی بند کر دیا، اُن کی نگاہ سامنے سیڑھیوں سے اترتے ہوئے
حماد پر پڑی،

"حماد!"

حماد کے باہر جانے والے دروازے کی طرف بڑھتے قدم شفق کی پکار پر تھمے اور

چہرے پر مدہم سی مسکراہٹ لیئے وہ شفق تک آیا

"جی ماما؟"

"کہیں جا رہے ہو؟"

"جی کسی کام سے باہر جا رہا ہوں،"

"آج؟ سنڈے کو بھی؟"

حماد تمہیں پتا ہے نا کہ تمہاری ایک فیملی بھی ہے؟ جس کو وقت دینا تمہارا فرض ہے!
کبھی اپنی ماں کے پاس بھی بیٹھ جایا کرو، کبھی اپنے کام سے نکل کر اپنی فیملی کی طرف بھی
دھیان دو،

تمہیں پتا ہے تم کتنے وقت سے اپنی دادو سے ملنے نہیں گئے؟
وہ تمہارا مجھ سے کتنا پوچھ رہی تھیں، کیا تمہیں اپنی، اور اپنے ساتھ جڑے لوگوں کی کوئی پروا نہیں
ہے؟" شفق نے شکوہ کیا،

ایسا کچھ نہیں ہے اما، بس کام کچھ زیادہ بڑھ گیا ہے اس لئے ٹائم نہیں ہے۔"
اس کے جواب پر کچھ ملے اسے کو دیکھنے کے بعد شفق پھر سے بولیں،

"اچھا سنو آج شام کو میں اور مصود تمہارے رشتے کی بات کرنے جا رہے ہیں، تم ہمارے ساتھ چلو گے؟"

حماد نے چونک کر شفق کو دیکھا،

"اما میں نے آپ کو کہا ہے ناکہ میں نے ابھی شادی نہیں کرنی تو پھر آپ کیوں زبردستی میری شادی کروا رہی ہیں؟"

"تمہارا ارادہ کیا ہے؟"

اور کیوں نہیں کرنی تم نے ابھی شادی؟؟" شفق نے سوال کیا

حماد کچھ نہیں بولا، اُس کے پاس اس بات کا کوئی جواب نہیں تھا

"بس میں نے فیصلہ کر لیا ہے، تم نے ساتھ چلنا ہے تو چلو ورنہ ہم تمہارے بغیر بھی جا سکتے ہیں۔"

شفق نے دو ٹوک لہجے میں کہا اور وہاں سے چلیں گئی،

حماد نے گہرا سانس لیا اور اُٹھ کر باہر کی طرف چل دیا۔

.....

وہ دونوں لان میں ٹھل رہے تھے موسم بہت اچھا تھا اور اُن دونوں کا موڈ بھی...

ماہی نے سسپل پریل ڈریس پہنا ہوا تھا جبکہ حمید نے وائٹ شرٹ اور بلیک پینٹ پہن رکھی تھی

"اچھا بھائی یہ تو بتائیں ابروڈ میں آپ کا ٹائم کیسا گزرا؟ مزا آیا وہاں؟"

"ہمممم! اچھا تھا، مزا بھی آیا تھا

پر سچ بتاؤں ماہی، جو بات اپنے ملک کی ہے وہ کہیں اور نہیں ہے میں نے یہاں کا کھانا، یہاں

کے لوگ، یہاں کا ماحول بہت مِس کیا،"

"ہمممم"

وہ دونوں ایک دوسرے سے قدم سے قدم ملا کر چل رہے تھے،

"اچھا آپ کا کیا پلین ہے؟ آپ بابا کے ساتھ بزنس مینڈل کریں گے؟"

"ویل میں نے ابھی اس بارے میں کچھ نہیں سوچا...!"

"اچھا۔"

حمید کو کچھ یاد آیا تو یکدم رُکا،

حمید کے رکنے پر ماہی نے حیرت سے پوچھا،

"کیا ہوا؟ رُک کیوں گئے ہیں؟"

"ایک بات بتاؤ ماہی!"

"جی..."

"مجھے تمہارے تکیے کے نیچے سے حماد کی تصویر ملی ہے،

وہ تمہارے پاس کیا کر رہی تھی؟"

حماد کے منہ سے نکلتے الفاظ سنتے ہی ماہی کے چہرے کا رنگ اڑ گیا، وہ یکدم کنفیوز ہو گئی، وہ کیا کرے اور کیا کہے اُسے سمجھ نہیں آرہی تھی،

"وہ... مم.... میرے،....." وہ ہکلائی

"لولو!.... لولو!"

ماہی ایک ایسی لڑکی تھی جو چھوٹی سی چھوٹی بات پر گھبرا جاتی تھی
اُس کے ایموشن اُس کے چہرے پر پلے واضح ہو جاتے تھے

وہ مشکلوں سے لڑ نہیں پاتی تھی، وہ مقابلہ نہیں کر پاتی تھی، وہ کنفیڈنٹ نہیں تھی،

وہ کوئی جواب سوچنے کی کوشش کر رہی تھی تبھی اُسے عقیلہ کی آواز سنائی دی،

"ماہی!.... ماہی!"

"جج... جی!... ماما.... آرہی ہوں۔" کہہ کر وہ اندر بھاگ گئی،

حمید کو، ماہی کے پاس حماد کی تصویر دیکھ کر حیرت ہوئی تھی، وہ اُس کے پاس کیا کر رہی تھی؟
اور وہ اُسے کہاں سے لائی تھی؟ اُس کے ذہن میں سوال اُٹ رہے تھے..

حمید اپنا سر جھٹکتے ہوئے اندر چلا گیا،

کالی پراڈو سڑک پر چلتی اپنی منزل کی طرف رواں دواں تھی،

حماد ونڈ اسکیرن پر نظریں جمائے گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا،

وہ کسی کام سے فارغ ہو کر اپنے گھر کی طرف جا رہا تھا اور تھکا تھکا لگ رہا تھا اُس کا سر درد سے
پھٹ رہا تھا، وہ مشکل سے گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا،

ڈرائیو کرتے کرتے اُس کی نظر ایک وائٹ ٹرلو (گاڑی) پر پڑی جو سائٹ پر کھڑی ہوئی تھی،

گاڑی کے انڈیکیٹرز آن تھے،

اور اس کا بونٹ کھلا تھا

یوں لگتا تھا کہ گاڑی خراب ہو گئی ہے،

حماد نے گاڑی کی رفتار دھیمی کی

اُس نے آنکھیں سنکیر کر یلو نمبر پلیٹ کو دیکھا، اُسے یہ گاڑی جانی پہچانی لگی، نمبر پلیٹ پڑھتے ہی

وہ پہچان گیا تھا کہ گاڑی کس کی ہے،

وہ گاڑی زرش کی تھی، حماد کی گاڑی زرش کی گاڑی تک پہنچ چکی تھی،

حماد کو بونٹ کے ساتھ کھڑی زرش نظر آئی جو موبائل پر کچھ ٹائپ کر رہی تھی،

اُس کی آنکھوں کے سامنے وہ منظر پھر سے آیا، آج وہ ایک مہینے سے بھی زیادہ عرصے کے بعد اُسے دیکھ رہا تھا،

اُس کے دل کے زخم پھر سے تازہ ہو گئے تھے، ایک پل کے لئے اُس کا دل چاہا کہ وہ زرش کو

یوں ہی چھوڑ جائے، پر وہ خود غرض نہیں تھا،

زرش جو موبائل پر کچھ ٹائپ کر رہی تھی، نظر اٹھا کر سامنے دیکھا، ونڈ اسکرین سے نظر آتا حماد اُسے
ہی دیکھ رہا تھا،

حماد نے بندی ہوئی سیٹ بیلٹ خود سے الگ کی، دروازہ کھول کر باہر نکلا، وہ قدم بڑھاتا زرش تک
آیا،

زرش اُسے حیرت انگیز نظروں سے دیکھ رہی تھی، وہ حماد پہلے والا حماد نہیں لگ رہا تھا،
اُس کی آنکھوں کے نیچے گہرے کالے سرکل صاف دکھائی دے رہے تھے، سلام کی آواز پر زرش
ہڑبڑائی،

"السلام علیکم"

"وعلیکم السلام"

"کیا ہوا ہے؟" حماد قدم بڑھاتا گاڑی کے بونٹ تک آیا،

"آہ.....پتہ نہیں میں گاڑی ڈرائیو کر رہی تھی تو چلتے چلتے اچانک سے بند ہو گئی، میں ملکینک کو کنٹیکٹ کرنے کی کوشش کر رہی ہوں پر ہو نہیں رہا، میں نے گاڑی دوبارہ سٹارٹ کرنے کی کوشش کی تھی پر وہ بھی ہو نہیں رہی،"

حماد نے گاڑی کا بونٹ بند کیا، اور زرش کی طرف مڑا،

"کیزز"

"کار میں ہی لگی ہوئی ہیں،"

وہ قدم بڑھاتا گاڑی تک گیا اور بیٹھ کر گاڑی سٹارٹ کرنے کی کوشش کی پر نہیں ہوئی،

وہ باہر نکلا،

زرش تک آیا،

"اپنے ڈرائیور کا نمبر دو مجھے!"

زرش نے ہاتھ میں پکڑے فون کو دیکھا جو بالکل ڈیڈ ہونے والا تھا، اُس نے فوراً سے اپنے ڈرائیور کا نمبر حماد کو دیا،

حماد نے نمبر ڈائل کر کے کان سے لگایا،

"السلام علیکم!..... ہاں سنو.....!"

حماد نے اُسے مکینک کے ساتھ یہاں آنے کو کہا،.....!

"ہمیں یہاں انتظار کرنا پڑے گا، ڈرائیور آئے گا تو گاڑی یہاں سے لے کر جائے گا،

تم میری گاڑی میں بیٹھ جاؤ میں یہاں انتظار کر رہا ہوں."

"ن.... نہیں میں ٹھیک ہو.." کہہ کر زرش نے اپنی نظریں حماد سے ہٹا لیں۔

ڈرائیور آچکا تھا اور میکینک گاڑی کو ٹھیک کر رہا تھا،

"گاڑی ٹھیک ہونے میں کتنا ٹائم لگے گا؟"

حماد نے میکینک سے پوچھا،

سراجن کا مسئلہ ہے تو شاید تقریباً دو گھنٹے لگ جائیں..."

"ہممم!"

زرش گاڑی میں بیٹھی اُن کو دیکھ رہی تھی،

اس کی نظر حماد پر پڑی،

وہ کتنا بدلا ہوا لگ رہا تھا، وہ پہلے جیسا خوش مزاج نہیں لگ رہا تھا، اُس کے چہرے کے تاثرات
پتھریلے اور سرد لگ رہے تھے،

اُس کا چہرہ بہت مرجھایا ہوا لگ رہا تھا،

حماد قدم بڑھاتا زرش تک آیا،
اس کے بولے پر زرش کا سکتا ٹوٹا،

"زرش! شاید یہاں ٹائم لگ جائے، میں ڈرائیور کو کہتا ہوں وہ گاڑی تمہارے گھر لے آئے گا...."

"پھر میں گھر کیسے جاؤ گی؟"

"میں تمہیں ٹیکسی کروا دیتا ہوں تم گھر چلی جانا...."

حماد نے صاف جواب دیا،

"ن... نہیں میں ٹیکسی میں نہیں جاؤں گی میں یہیں رُک کر انتظار کر لوں گی، پر ٹیکسی میں نہیں جاؤں گی۔"

زرش نے دو ٹوک انداز میں کہا،

کچھ مٹے سوچنے کے بعد حماد نے زرش کو خود گھر ڈراپ کرنے کا فیصلہ کیا،

"ٹھیک ہے! میں تمہیں تمہارے گھر ڈراپ کر دیتا ہوں۔"

حماد کا دل نہیں چاہ رہا تھا کہ وہ وہاں جائے، پر وہ زرش کو اکیلا بھی نہیں چھوڑ سکتا تھا.....!

ڈرائیور کو ساری بات سمجھا کر وہ وہاں سے جانے کے لیے نکل گیا.....!

.....

"حیا بتاؤ نا کیوں غصہ ہو مجھ سے؟"

ماہی پریشانی سے کہہ رہی تھی،

حیا بیڈ پر بیٹھی اُسے گھور رہی تھی،

"جب تمہیں پتہ ہے کہ میں شادی نہیں کرنا چاہتی تو پھر کیوں اپنے بھائی کا رشتہ میرے گھر لائی
تمہی؟"

ماہی جو پریشانی سے اُسے دیکھ رہی تھی یکدم ہکا بکا ہو گئی،

"اؤوووو..... تو اس بات پر غصہ ہیں جناب!"

کچھ ملے بعد ماہی بولی تو

حیا نے غصے سے نظریں پھیر لیں،

"اففف.... حیا...! حیا!... میں نے ماما کو روکا تھا پر...."

"پر.... پر... کیا؟ بولو!" حیا نے ماہی کی بات کاٹتے ہوئے گھور کر کہا،

"بولے تو دو،.....!"

"ہاں تو کہاں تھی میں، میں نے ماما کو روکا پر ماما نے کہا کہ رشتہ لے کر جانے میں کیا حرج ہے، اگر حیا مانی تو ٹھیک نہیں مانی تو بھی ٹھیک ہے،

پر لیٹ لیسٹ ٹرائے تو کریں،

اور ویسے بھی میں کیا کہہ کر روکتی اُنہیں؟.... یہ کہتی کہ مس حیا زُبیر کو شادی نہیں کرنی، اور

انہوں نے زندگی بھر سنگل رہنے کا سوچ لیا ہے! ہاں بولو؟

اور یہ بات سنتے ہی حیا کو جیسے آگ ہی لگ گئی، اُس نے پاس پڑا تکیہ زور سے ماہی کو مارا،

"آآہ.... ماہی چیخنی،

"آئندہ کے بعد اُس شخص کا نام لیا نا تو ماہی....."

حیا نے دوسرا تکیہ ماہی کو مارا پر نشانہ چوک گیا،

حیا بولی، "Insane!" نشانہ چوک گیا "ماہی ہستے ہستے کہہ رہی تھی "

ماہی کی ہنسی کو بریک لگ گئی،

"دیکھو حیا مجھے اس نام سے مت بلایا کرو،" ماہی نے حیا کو گھورتے ہوئے کہا،

"میں تو بلاؤں گی!"

"Insane..... Insane.... ماہی Insane..!"

"ٹھہرو تم ذرا،" ماہی نے زمین پر پڑا تکیہ اٹھا کر حیا کو مارا،

"آ... آؤچ....." حیا چیخی

ماہی پھر سے دوسرا تکیہ مارنے ہی لگی کہ حیا نے اُسے تکیہ دے مارا

دونوں ایک دوسرے کو ہنستے ہوئے تکیوں سے مارنے لگ گئیں!.....

وہ دونوں کیفے کے اوپن ایریا میں بیٹھے ہوئے تھے،
حمید موبائل پر نظر جمائے ہوئے تھا، جبکہ زرش کی نظریں حمید پر تھیں،

محبت! یہ محبت بھی کیا چیز ہے نا دو اجنبیوں کو ایک دوسرے کے قریب لے آتی ہے، اجنبیوں
سے واقف بنا دیتی ہے،

زریش سوچ رہی تھی پھر حمید کی آواز پر چونکی،

"تو پھر کیا کر رہی ہو آج کل؟" حمید نے موبائل ٹیبل پر رکھتے ہوئے پوچھا،

"آہ... بس یونیورسٹی کا لاسٹ سمسٹر چل رہا ہے"

"ہمممم.... گڈ!"

"اور گھر میں سب ٹھیک ہیں؟"

"ہاں سب ٹھیک ہیں، پر... اُن سب کے مزاج ٹھیک نہیں ہے،"

"مطلب؟ کیا ہوا ہے؟" حمید کو حیرت ہوئی،

"نکاح والے واقعے کے بعد سے سب ناراض ہیں مجھ سے"

"ناراض ہونا تو اُن کا بنتا ہے نا!"

حمید کافی کا کپ اٹھاتے ہوئے بولا،

"ویسے تم نے حماد سے نکاح کیوں نہیں کیا؟"

کچھ لمحوں کے بعد حمید بولا،

"کیونکہ میں حماد سے محبت نہیں کرتی"

"ہممم"

"میں کسی اور سے محبت کرتی ہوں"

کچھ لمحوں کے بعد زرش بولی،

"اچھا! کون ہے وہ؟" حمید بے اختیار بول اٹھا،

"آپ!... آپ ہیں وہ!...." وہ اس کی آنکھوں میں جھانکتے بولی

اور وہ جو چہرے پر ہلکی مسکراہٹ لیے سامنے دیکھ رہا تھا یکدم سات ہو کر رہ گیا، ایک لمحے کیلئے
اُسے لگا کہ اُس کے آس پاس سب رک گیا ہے، وہ بات اُس کے کانوں میں گونج رہی تھی،

اس کے دوبارہ بولنے پر حمید چونکا،

"حمید!!... میں آپ سے.....!"

"زرش مجھے لگتا ہے کہ اب ہمیں چلنا چاہیے کافی دیر ہو گئی ہے!" اس کی بات کاٹ کر وہ اٹھ کھڑا ہوا، اب ایک پل وہ یہاں ٹھہرنا برداشت نہیں کر سکتا تھا،

"پر.... حمید!!"

مزید کوئی بھی بات سنیں حمید وہاں سے چلا گیا،
اور وہ وہیں بیٹھی اُسے جاتا دیکھ رہی تھی،

کیا اُس نے جو کیا وہ صحیح تھا؟ کیا یہ سلسلہ محبت شروع ہونے سے پہلے ہی ختم ہو گیا تھا؟ کیا وہ ہمیشہ یکطرفہ محبت کا شکار رہے گی؟ بہت سے سوال اس کے ذہن میں گھوم رہے تھے...

.....

ماہی اور حماد دونوں ٹپس کی گرل کے ساتھ کھڑے ہوئے تھے،

تازہ ہواؤں کے جھونکوں سے دونوں کو سکون مل رہا تھا،

حیا کے گھر سے نکلتے وقت ماہی کو خیال آیا کہ کافی دنوں سے وہ پھوپھو سے ملنے نہیں گئی اور اُن سے کوئی بات بھی نہیں ہوئی تھی، تو ماہی نے اُن کے گھر جانے کا ارادہ کیا،

دونوں خاموش کھڑے سامنے کا منظر دیکھ رہے تھے،

ماہی نے جھکی جھکی نظروں سے حماد کو دیکھا اور دل ہی دل میں خود سے کہہ رہی تھی،

"حماد آپ کتنے بدلے ہوئے لگ رہے ہیں، نہ پہلے جیسی خوش طبیعت، نہ پہلے جیسی آنکھوں کی چمک، نہ وہ کھلکھلاتا چہرہ"،

انسان کتنا نہ سمجھ ہے نا اُس چیز کا روگ لگا کر بیٹھ جاتا ہے جو اُس کی ہوتی ہی نہیں ہے...

"ایک سچ بات بتاؤں حماد؟"

"ہمممم!"

وہ یہ بات کہتے ہوئے جھجک رہی تھی پر پھر بھی اُس نے کہہ دی،

"مجھے ایک شخص سے محبت ہے،"

یہ بات سنتے ہی حماد کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں،

ماہی سامنے نظریں جمائے بس اپنی بات کہے جا رہی تھی،

"پھر مجھے پتہ چلا کہ وہ شخص مجھ سے محبت نہیں کرتا اور اُس کا اپنی پسند سے نکاح ہونے والا ہے

یہ بات سن کر مجھے دکھ ہوا تھا اور میں بہت روئی بھی تھی....."

ماہی نے ایک گہرا سانس لیا،

"میری یہی دُعا ہے کہ وہ جہاں رہے، جس کے ساتھ رہے خوش رہے، آمین۔"

"آمین" جواباً حماد بھی بولا،

"میں تو پھوپھو لوگوں سے ملنے آئی تھی پر یہاں آکر پتہ چلا کہ وہ یہاں ہیں ہی نہیں"

"ہاں! بس کسی کام سے باہر کر گئے ہوئے ہیں"

"اچھا چلیں اندر چلتے ہیں" کہہ کر ماہی مڑی،

"نام نہیں بتاؤں گی جس سے محبت کرتی ہو؟"

آواز پر ماہی لکی، پر کچھ نہیں بولی، دونوں کے درمیان خاموشی چھا گئی،

کچھ محلے گزرنے کے بعد ماہی بولی،

"نہیں بتا سکتی،"

کہہ کر ماہی اندر چلی گئی،.....!

.....

مہندی رچے گی تیرے ہاتھ....

.....

ڈھولک بجے گی ساری رات.....

جا کے تم ساجن کے ساتھ...

بھول نہ جانا یہ دن رات...

تجھ کو دیس پیا کا بھائے...

تیرا پیا تیرے گن گائے.....

آئے خوشیوں کی بارات، لیکے رنگوں کی برسات....

مہندی رچے گی تیرے ہاتھ...

ڈھولک بجے گی ساری رات....

ڈھولک کی تمھاپ اور تالیوں کے شور میں لڑکیاں گانے گا رہیں تمھیں.

وہ بھی ایک سائیڈ پر بیٹھی تالیاں بجا رہی تھی بظاہر تو وہ وہیں بیٹھی مسکرا رہی تھی مگر اس کی سوچیں کہیں اور بھٹک رہیں تھی.

"جیا..!" رمشہ نے اس کا بازو ہلایا وہ اس کے ساتھ ہی بیٹھیں تھی.

"ج...جی.. " وہ چونکی

"سہرگم ہو؟ امین تمہیں بلا رہی ہے۔"

حیا نے اسٹیج کی طرف دیکھا جہاں امین پیلے جوڑے میں ملبوس، صوفے پر بیٹھی تھی۔

امین حیا کی یونیورسٹی فیلو تھی۔

چونکہ کل اس کی مہندی تھی سو آج اس نے اپنی تمام دوستوں اور یونیورسٹی فیلوز کو اپنی ڈھولکی پر مدعو کیا تھا۔

حیا قدم اٹھاتی اسٹیج کی طرف بڑھی۔

سارا انتظام لان میں کیا گیا تھا۔

پھولوں، موم بتیوں اور برقی قمقموں سے لان کو سجایا گیا تھا۔

"حیا... جلدی آؤ! کب سے بلا رہی ہوں تمہیں.."

اسے قریب آتا دیکھ کر امین نے کہا۔

"خیریت ہے؟ مجھے کیوں یاد کیا جا رہا ہے؟" حیا نے اس کے قریب بیٹھتے اسے چھیڑا۔

"تم کوئی بھولے کی چیز ہو جو تمہیں یاد کیا جائے!"

اس کی بات پر حیا کھلکھلائی۔

امین نے اس کا ہمیشہ کا کہا جانے والا جملہ اسے لوٹایا تھا۔

"اچھا سنو! میں نے سوچا ہے ہم سب گروپ فوٹوز بنواتے ہیں تمہیں بھی اسی لیے بلایا ہے۔"

"ایمن تمہیں پتا ہے میں اس طرح کسی اور کے کمرے یا موبائل میں پکچرز نہیں بنواتی۔"

"یار... ایک دو پکچرز بنوا لو۔ ٹرسٹ می تمہاری پکچرز کسی بھی نامحرم کی آنکھوں کے سامنے سے نہیں گزریں گیں۔"

اس کے ٹرسٹ می کہنے پر حیا نے اسے عجیب سی نظروں سے دیکھا وہ ایمن کو بتا نہیں سکتی تھی کہ اسے اس لفظ سے کتنی نفرت ہے۔

"ہمممم.... ٹھیک ہے لیکن میں نقاب میں تصویریں بنواؤں گی۔" اس نے دو ٹوک انداز میں کہا

اور نقاب سیٹ کرنے لگی چونکہ لان میں صرف خواتین تھیں اس لیے اس نے چہرے سے نقاب ہٹا رکھا تھا۔

تصور یریں بنوا کر وہ اسٹیج سے نیچے اتری۔ اسے محسوس ہوا جیسے کوئی اسے دیکھ رہا ہے۔

حیا نے گردن پھیر کر اپنے آگے پیچھے دیکھا لیکن کوئی بھی اس کی طرف متوجہ نہیں تھا اس نے سر جھٹکا اور رمشہ کے ساتھ والی نشست پر براجمان ہوگئی۔

مرتضیٰ اس وقت اپنے مینشن میں موجود تھا جو کہ ابھی زیر تعمیر تھا۔

پچھلے کچھ دن سے مصروفیت کے باعث وہ یہاں کا چکر نہیں لگا سکا تھا سو آج کام سے فارغ ہو کر گھر جانے کے بجائے وہ یہاں کا جائزہ لینے آگیا تھا۔

ماسٹر بیڈ روم کی بالکونی میں کھڑے ہو کر اسنے سگریٹ سلگایا۔

حیا کو دیکھے ایک مہینے سے زیادہ کا وقت گزر گیا تھا اور اب اس کا دل بے چین تھا۔

ہر گزرتا لمحہ اس کے لیے صدیوں پر محیط تھا۔

ڈھولک اور گانوں کی آواز پر اس نے نظریں اٹھا کر سامنے دیکھا۔

بالکونی سے سامنے والے گھر کا لان دکھائی دے رہا تھا جہاں کوئی تقریب جاری تھی۔

اسنے سرسری نے نگاہ دوڑائی اور پلٹنے لگا کہ اس کی نگاہ اس چہرے پر پڑی جسے وہ دیکھنے کو بے تاب تھا۔

لیکن اسے لگا یہ اس کا قریب نظر ہے۔ اس نے انگلیوں سے آنکھوں کو مسلا اور پھر سے لان میں دیکھا۔

لیمن یلو کلر کی قمیض کے ساتھ سفید رنگ کے ٹراؤزر اور ڈوپٹہ میں ملبوس وہ حیا ہی تھی۔

اس کے چہرے پر نقاب نہیں تھا۔

مرتضیٰ اسے دیکھ کر اپنی آنکھوں کی پیاس بھجانا چاہتا تھا لیکن وہ اسے نظر بھر کر نہیں دیکھ سکا تھا۔

شاید یہی اس کی محبت کی پاکیزگی تھی۔ وہ نقاب میں نہیں تھی اور وہ اس کا محرم نہیں تھا۔

اگر حیا پردہ کرتی تھی تو مرتضیٰ اس کے پردے کا احترام کرتا تھا۔

وہ سگریٹ کا لمبا سا کش لے کر پلٹا،

لیکن پلٹنے سے پہلے وہ دل میں جلد از جلد اس کا محرم بننے کا پختہ ارادہ کر چکا تھا۔

آج کتنے ہی دنوں بعد ناشتے کی میز پر سب اکٹھے بیٹھے تھے۔

یقیناً یہ ایک خوشگوار منظر تھا۔

سربراہی کرسی پر زاہدہ بیگم براجمان تھیں جبکہ ان کی دائیں طرف مرتضیٰ اور علی صاحب بیٹھے تھے

اور بائیں طرف زرش اور سارہ..

"مرتضیٰ..! میرے خیال سے اب تمہیں شادی کر لینا چاہیے۔"

سارہ کی بات پر سب نے ان کی طرف دیکھا۔

مرتضیٰ کا منہ کی طرف جاتا ہاتھ رکا اور اس نے چونک کر سارہ کو دیکھا۔

"ستائیس سال کے ہونے والے ہو اور اب تو تمہارا برنس بھی سیٹ گیا ہے اور کچھ ہی ٹائم میں تمہارا اپنا گھر بھی تیار ہو جائے گا۔" سارہ نے جیسے تہمید باندھی۔

"اتنی لمبی تہمید باندھنے کی کیا ضرورت ہے بہو۔ سیدھا اپنی بات کی طرف آؤ! یہ آج تمہیں بیٹھے بٹھائے مرتضیٰ کی شادی کا خیال کیسے آگیا؟"

زاہدہ بیگم کے سوال پر سارہ نے ان کی طرف دیکھا

"ماں ہوں میں مرتضیٰ کی مجھے خیال نہیں ہوگا تو اور کسے ہوگا۔"

سارہ نے نحت سے جواب دیا اور پھر سے گویا ہوئیں۔

"میری بھانجی وردہ کچھ دن قبل ہی لندن سے واپس آئی ہے۔ آپا کا فون آیا تھا وہ بتا رہیں تھی کہ اس کے لیے ان کی اپنی فیملی سے کچھ پروپوزلز آئے ہیں۔ اس لیے میں چاہتی ہوں کہ جلد از جلد مرتضیٰ کا پروپوزل وردہ کے لیے لے کر جاؤں مجھے یقین ہے آپا انکار نہیں کریں گی۔"

آخری جملہ کہتے سارہ کے لہجے میں غرور کا عنصر شامل تھا۔

"تمہیں اتنی محنت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم نے مرتضیٰ کے لیے لڑکی پسند کر لی ہے اور آج شام ہم ان کے گھر رشتہ لے کر جا رہے ہیں۔" زاہدہ بیگم کا لہجہ دو ٹوک تھا۔

ان کی بات سن کر مرتضیٰ کو اطمینان محسوس ہوا کیونکہ وہ جانتا تھا زاہدہ بیگم حیا کے گھر جانے کی بات کر رہی ہیں۔

"سوری ٹو سے آنٹی لیکن ایک رشتہ انکل نے طے کیا تھا اور اس کا انجام آپ دیکھ ہی چکی ہیں اور اب ایک رشتہ آپ طے کرنا چاہتی ہیں۔ پہلے میرے بیٹے سے اس کی مرضی پوچھ لیجیے گا!"

سارہ کے طنز پر یکایک ماحول میں کھچاؤ محسوس ہونے لگا۔

زربش کے ماتھے پر بل نمودار ہوئے اور اس نے بے چینی سے پہلو بدلا۔

"سارہ....!" اس سے پہلے کہ علی صاحب مزید کچھ بولے زاہدہ بیگم نے ہاتھ اٹھا کر انہیں روک دیا۔

"تمہیں فکر کرنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں ہے۔ وہ تمہاری تربیت کا نتیجہ تھا اور مرتضیٰ کی تربیت ہم نے کی ہے اور ہمیں اپنی تربیت پر پورا یقین ہے۔ امید ہے تمہارے اطمینان کے لیے اتنا کافی ہوگا۔"

زاہدہ بیگم کی بات پر سارہ کو تو جیسے آگ ہی لگ گئی۔

لیکن ان کے کچھ بھی کہنے سے پہلے مرتضیٰ کرسی پیچھے کی طرف گھسیٹ کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"پاپا آپ چلیں گے یا میں جاؤں؟ مجھے دیر ہو رہی ہے۔" کوٹ کے بٹن بند کرتے اس نے علی صاحب سے پوچھا۔

"ہممم... چلو میں تمہارے ساتھ ہی چلتا ہوں مجھے بھی کچھ کام ہے۔"

"اوکے میں گاڑی نکالتا ہوں۔" کہتے ہی وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا باہر نکل گیا۔

اسکا خوشگوار موڈ برباد ہو چکا تھا لیکن یہ کوئی نئی بات تو تھی نہیں جب بھی وہ سب اکٹھے بیٹھتے تھے کوئی نا کوئی نا خوشگوار واقعہ رونما ہو جاتا تھا

رات کا سینہ چیر کر ایک نئی صبح کا سورج طلوع ہو چکا تھا لیکن

وہ کمرے میں لیٹی بیڈ پر بے سدھ پڑی سو رہی تھی۔

دروازہ بجنے کی آواز پر اس نے کروٹ بدلی اور موبائل اٹھا کر ٹائم دیکھا۔

صبح کے دس بج رہے تھے۔

وہ رات کو دیر سے گھر لوٹی تھی اور سو ہی گئے تھے۔

ایک بار پھر زور سے دروازہ بجایا گیا۔

باہر سے باتوں کی آوازیں آرہی تھیں۔

اسوقت کون آیا ہے؟ اور اتنی اونچی آواز میں باتیں کر رہے ہیں! اس نے بیزاری سے سوچا اور
چہرے پر تکیہ رکھ کر پھر سے آنکھیں موند لیں۔

چند لمحوں بعد کمرے کا دروازہ کھلا اور اندر داخل ہوتے قدموں کی آواز سنائی دی۔

کسی نے اس کے چہرے سے تکیہ کھینچ کر ہٹایا اور پھر کمرے میں دبی دبی ہنسی کی آواز گونجی۔

حیا نے جھٹ سے آنکھیں کھولیں اور پھر بیڈ پر بیٹھی مخلوق کو دیکھ کر اس کی چیخ نکل گئی۔

اس نے انگلیوں سے آنکھیں مسل کر دیکھا اور ایک جھٹکے سے اٹھ بیٹھی وہ کوئی خواب نہیں دیکھ رہی تھی بلکہ اس کے بیڈ پر بیٹھے گیارہ افراد حقیقت میں موجود تھے۔

"حیا آپی اب صدمے سے نکل آئیں۔ ہم بھوت تو ہیں نہیں جو آپ شاک کے مارے آنکھیں پھاڑے بیٹھی ہیں۔"

قشیب کی بات پر باقی سب نے قہقہہ لگایا۔

اسنے سائیڈ پر پڑا دوپٹہ اٹھا کر سر کے گرد لپیٹا۔

"ت... تم سب کب آئے؟ کس کے ساتھ آئے ہو؟ کیا باقی سب بھی آئے ہیں؟"

اسنے ایک سانس میں کئی سوال کر ڈالے۔

"آپنی سانس لیں۔ لوگ گھر آئے مہمانوں سے ملتے ہیں، ان کا حال چال پوچھتے ہیں۔ لیکن آپ نے تو ہم پر سوالوں کی بوچھاڑ ہی کر دی ہے!" مریم کے طنز پر وہ مسکرائی۔

"او... سوری میں تو اکسائیٹمنٹ میں بھول ہی گئی تھی۔"

سب کمرنز سے ملنے کے بعد اسنے ان کا حال چال دریافت کیا۔

"چلو اب میرے سوالوں کا جواب دو۔ کون کون آیا ہے؟"

"سب آئے ہیں!"

"سچ میں؟" اس سے خوشی سمجھالی نہیں جارہی تھی۔

"تو آپ کو کیا لگتا ہے ہم مذاق کر رہے ہیں!" عمیر نے ہنستے ہوئے کہا

"اوکے.... چلو اٹھو سب میرے کمرے سے باہر نکلو۔ میں فریش ہو کر آتی ہوں۔" بیڈ سے اترتے
حیا نے ان سب کے لیے باہر جانے کا حکم جاری کیا

اور ان کے نکلتے ہی وہ واش روم میں گھس گئی۔

میٹنگ روم سے باہر نکل کر وہ سیدھا اپنے کیبن میں داخل ہوا۔

رہو الونگ چیئر پر بیٹھ کر اس نے فون آن کیا جو کہ اس نے میٹنگ کے دوران بند کر دیا تھا۔

اسکرین پر شفق کی مسد کالز نمودار ہو رہی تھیں۔

وہ ٹیک چھوڑ کر سیدھا ہوا اور شفق کا نمبر ڈائل کیا۔

شفق نے تیسری بیل پر کال اٹینڈ کر لی۔

"اسلام و علیکم!"

"و علیکم اسلام.... خیریت ہے چچی آپ نے کال کی تھی؟" اس نے پریشانی سے پوچھا۔

"ہاں لیکن تمہارا نمبر بند جا رہا تھا۔"

"جی میں میسنگ میں تھا۔" مرتضیٰ نے گلاس میں پانی انڈیلا۔

"دراصل میں نے تم سے حماد کے سلسلے میں بات کرنی تھی۔"

حماد کا نام سن کر اسنے لبوں سے گلاس ہٹا کر ٹیبل پر رکھا۔

"جی بولیں میں سن رہا ہوں۔"

"تمہارے چچا اور میں حماد کا پرنسز ماہی کے پلے لے کر گئے تھے۔

جو کچھ بھی ہوا ہے

حماد اسے اب تک دل سے لگائے بیٹھا ہے لیکن میں چاہتی ہوں کہ وہ زندگی میں آگے بڑھے اور
ماضی کے تلخ واقعات کو بھول جائے

اور ماہی سے شادی اس کا حل ہے۔ ماہی ایک زندہ دل لڑکی ہے اور مجھے یقین ہے وہ حماد کی زندگی
کو پھر سے رنگین کر دے گی۔

ماہی میری بھتیجی ہے یہ بات میں صرف اس لیے نہیں کہہ رہی۔ آئی ہوپ تم میری بات سمجھ رہے ہو..!"

"جی... میں جانتا ہوں ماہی ایک ہنس مکھ لڑکی ہے۔ وہ اور حماد ایک ساتھ اچھی زندگی گزار سکتے ہیں لیکن کیا حماد مان جائے گا؟" اس نے بھنوں سکڑیں۔

"اس لیے تو تمہیں کال کی ہے۔ تم اور حماد کزنز کم اور ایک دوسرے کے بھائی اور دوست زیادہ ہو۔ حماد تمہیں اپنا بھائی مانتا ہے۔ جو باتیں وہ کسی سے بھی شیئر نہیں کر سکتا تم سے ضرور کرتا ہے۔ تم اس سے بات کرو اور اسے سمجھاؤ۔ مجھے یقین ہے تم اسے ماہی سے شادی کے لیے منا سکتے ہو۔"

شفق کے الفاظ اس کے دل میں چبھ رہے تھے۔

وہ شرمندگی کے مارے کچھ بھی بولنے سے قاصر تھا۔

"مر تضي مجھے حماد کی ہاں کا انتظار رہے گا۔"

شفق کے لہجے میں آس تھی، امید کی آخری کرن تھی۔

"ج... جی میں پوری کوشش کروں گا۔"

"ہمیشہ خوش رہو... خدا حافظ۔"

اسنے فون کان سے ہٹا کر ٹیبل پر رکھا اور کہنیاں ٹیبل پر ٹکا کر دونوں ہاتھوں سے سر تھاما۔

نکاح والی رات کے بعد سے اب تک اسنے حماد سے ملنے یا کسی بھی طرح رابطہ کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ وہ اس سے شرمندہ تھا اور اس شرمندگی میں وہ یہ بھول گیا تھا کہ زندگی کے اس مشکل فیز میں اسکے بھائیوں جیسے کزن کو اس کے سہارے کی کتنی ضرورت ہے۔ اس نے حماد کو اس وقت تنہا چھوڑ دیا تھا جب اسے کو مر تضي کی ضرورت تھی۔

اسنے بالوں میں انگلیاں پھیریں اور کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

ٹیبل پر پڑی فون اور گاڑی کی چابیاں اٹھائیں اور ایک ہاتھ سے کرسی کی پشت سے لٹکتا کوٹ اتار کر تیز قدموں سے باہر نکل گیا۔

حمید عقیلہ کے کمرے کے باہر سے گزر رہا تھا کہ عقیلہ نے اسے آواز دی،

"حمید...!"

حمید رکا اور صوفے پر ٹک گیا

"جی بولیں..."

"آہ.. وہ ماہی کی دوست حیا ہے نا،"

حمید کے ماتھے پر الجھن کی لکیریں نمودار ہوئیں

"ہممم!"

"کچھ دن پہلے میں اور آصف حیا کے گھر تمہارے لئے، حیا کا رشتہ مانگنے گئے تھے،"

حمید چونکا،.... وہ ساکت کھڑا انہیں دیکھ رہا تھا،

"اب پتہ نہیں جواب ہاں ہوگا یا نا!"

"اُس کی طرف سے جواب ہاں ہو یا نا... میری طرف سے جواب نا ہے،"

حمید نے دو ٹوک انداز میں کہا

عقیلہ چونکیں،

"اور نا کیوں ہے؟"

"ماما آپ ایسی لڑکی کے لیے میرا رشتہ کیسے لے کر جا سکتی ہیں، جس کا نام بھی میں پوری طرح نہیں جانتا اور میں نے اسے ایک یا دو دفعہ دیکھا ہے وہ بھی نقاب میں!"

"پر میں تو جانتی ہوں نا اُسے، وہ بہت اچھی اور سلجھی ہوئی لڑکی ہے!"

ماما وہ جیسی بھی ہو میں اس رشتے سے انکار کرتا ہوں.... اور پلیز آئندہ مجھے بتائے بغیر آپ میرا رشتہ کہیں لے کر نہیں جائیں گی!"

حمید کہتے ہی کمرے سے باہر چلا گیا

عقیلہ افسوس سے سوچتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گئیں.....!

.....

قدموں کی آواز پر ریشیشن پہ کاؤنٹر کر اس پار بیٹھی سکیرٹری کی کیبورڈ پر چلتی انگلیاں تھمیں اور اس نے گردن اٹھا کر سامنے دیکھا۔

”گڈ ایوننگ مسٹر علی۔“ وہ لبوں پر پیشہ ورانہ مسکراہٹ سجائے بولی۔

”مس جگن! کیا حماد اپنے آفس میں موجود ہے؟“ اس نے دائیں کہنی کاؤنٹر پر ٹکائی۔

”سر اس وقت میٹنگ روم میں ہیں۔“

”ہممم... اوکے میں اس کے آفس میں ویٹ کر لیتا ہوں۔ کافی بھجوا دینا۔“ کہتے ہوئے وہ کہنی

ٹیبل سے ہٹا کر پیچھے مڑا اور حماد کے آفس کی جانب چل پڑا۔

مرتضیٰ ایک ہاتھ سے کافی کا کپ لبوں سے لگائے گھونٹ بھر رہا تھا اور دوسرے ہاتھ سے ٹیبل پر پڑا پیپر ویٹ گھما رہا تھا۔

آدھے گھنٹے میں پیا جانے والا یہ بلیک کافی کا دوسرا کپ تھا۔

دروازہ کھلنے کی آواز پر اس نے کپ ٹیبل پر رکھا اور گردن پھیر کر دروازے کی سمت دیکھا۔

حماد دروازے کے پاس کھڑا آنکھوں میں حیرت سموئے اسے دیکھ رہا تھا۔

"اسلام و علیکم مسٹر حماد مسعود! کیسے ہیں آپ؟ اور آپ کی میٹنگ کیسی رہی؟" وہ کھڑا ہوا اور دایاں ہاتھ حماد کی بڑھا کر بولا۔

"م... مرتضیٰ....!" حماد بے یقینی سے بڑبڑایا۔

ایک مہینہ غائب رہنے کے بعد یوں اچانک مرتضیٰ کی آمد کی توقع اسے بالکل نہیں تھی۔

وہ مرتضیٰ کا بڑھا ہوا ہاتھ نظر انداز کرتا اپنی کرسی کی جانب بڑھ گیا۔ اس کے یوں آگے بڑھنے پر مرتضیٰ نے دکھ سے آنکھیں میچیں۔

حماد کا ایسا رویہ جائز تھا لیکن اسے تکلیف ہو رہی تھی۔

اس نے پیچھے مڑ کر حماد کو دیکھا جو اسے مکمل طور پر نظر انداز کیے سامنے پڑی فائل پر نظریں جمائے بیٹھا تھا۔

مرتضیٰ اس کے سامنے رکھی کرسیوں میں سے ایک کرسی پر جا بیٹھا۔

"حماد...! میں جانتا ہوں اور مانتا بھی ہوں کہ یہ میری غلطی....." حماد نے ہاتھ اٹھا کر اسے روکا

"بالکل ساری غلطی تمہاری ہی ہے مرتضیٰ علی! تم نے اپنی بہن زلیش علی کو مجھ سے نکاح

کرنے سے منع کیا تھا۔ جو بھی ہوا ہے اس سب کے قصور وار تم ہو!" حماد کا لہجہ طنزیہ تھا اور

زریش کا نام زبان سے ادا کرتے جتنی تکلیف اس نے محسوس کی تھی یہ وہ اور اس کا اللہ ہی جانتا تھا۔

"ح...ح...حماد..." مرتضیٰ کے لب صدمے کی شدت سے پھڑپھڑائے۔

"میں جانتا ہوں تم نے کچھ بھی نہیں کیا... جو بھی ہوا ہے تم اس کے ذمہ دار نہیں ہو، یہ سب میری قسمت میں لکھا تھا لیکن پھر بھی تم نے مجھے تنہا چھوڑ دیا جب مجھے تمہاری ضرورت تھی۔

بچپن سے لیکر اب تک ہر... ہر چھوٹے بڑے مسئلے میں تم ہمیشہ میرے ساتھ ہوتے تھے لیکن اب جب میری زندگی میں یہ حادثہ ہوا ہے جس نے میرے دل کی دنیا اجاڑ دی ہے، تم نے مجھے تنہائیوں کے سپرد کر دیا مرتضیٰ...."

اس کا شکست خور لہجہ آخر میں بھینگ گیا۔

حماد کا کہا ہر لفظ اس کے دل میں خنجر کی طرح پیوست ہو رہا تھا۔

"حماد.... میں شرمندہ تھا۔ مجھ میں تمہارا سامنا کرنے کی ہمت نہیں تھی.." مرتضیٰ کے لہجے میں بے بسی تھی۔

"تم کس لیے شرمندہ تھے مرتضیٰ؟ اس کے لیے جو تم نے کیا ہی نہیں یا یوں کہہ لو کہ اس کے لیے جس کے بارے میں تمہیں کوئی اندیشہ تک نہیں تھا۔ خود کو الزام دینا چھوڑ دو۔" حماد نے اسے دیکھتے افسوس سے کہا۔

"لیکن وہ میری چھوٹی بہن ہے حماد۔ بڑا بھائی ہونے کی حیثیت سے اس کی تربیت میں میرا بھی کچھ نہ کچھ کردار ہے۔"

"مرتضیٰ.. ہم دونوں جانتے ہیں کہ اس کی تربیت میں تمہارا کبھی کوئی کردار نہیں رہا اور اس کی وجہ بھی تم اور میں جانتے ہیں۔"

اس کی بات پر مرتضیٰ کی آنکھوں میں دکھ کے گہرے سائے اتر آئے۔

کچھ لمحوں کی خاموشی کے بعد حماد نے ٹیبل سے جگ اٹھا کر پانی گلاس میں انڈیلا اور مرتضیٰ کے سامنے رکھا۔

اس نے چند گھونٹ بھرنے کے بعد خود کو کمپوز کرنے کی کوشش کی اور پھر گویا ہوا۔

"جو بھی ہوا ہے اس میں میری غلطی تھی یا نہیں وہ ایک الگ بات ہے لیکن تمہیں تنہا چھوڑ دینا میری غلطی تھی۔ میں شرمندہ ہوں اور تم سے معافی کا خواستگار ہوں۔"

اس نے آنکھوں میں امید کے دیپ جلائے حماد کو دیکھا۔

"تمہیں ایسے اتنی آسانی سے معافی نہیں پراسرار بناتے ہوئے بولا

"پھر مجھے تمہاری معافی حاصل کرنے کے لیے کیا کرنا پڑے گا؟"

"اپنی جیب ہلکی کرنی پڑے گی۔" اس کے جواب پر مرتضیٰ پہلے تو ہونقوں کی طرح اس کا چہرہ دیکھتا رہا اور پھر بات کی سمجھ آنے پر قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

"تم صرف جیب کی بات کرتے ہو تم پر میرے سارے بینک اکاؤنٹس قربان۔" وہ کرسی سے اٹھ کر اپنے کوٹ کی نادیدہ شکنیں درست کرتے ہوئے بولا

اس کی بات پر حماد بھی ہنس پڑا

"مجھے یقین ہے شادی کے بعد تم یہ ڈائلاگ میری بھابھی سے بولا کرو گے۔"

"فکر نہ کرو تمہاری جگہ کوئی نہیں لے سکتا۔ اور اب جلدی اٹھو تم پر جیب ہلکی کرنے کے علاوہ مجھے اور بھی کام ہیں۔" بوٹے ہوئے وہ دروازے کی جانب بڑھا تو حماد بھی کرسی سے اٹھ کر اس کی پیروی میں چل پڑا۔

وہ حماد سے ماہی کے بارے میں کسی پرسکون جگہ بیٹھ کر بات کرنا چاہتا تھا اس لیے اس نے آفس میں یہ ٹاپک نہیں چھیڑا تھا۔

.....

مجھے سمجھ نہیں آرہی کہ میں اپنی بات کیسے کہوں اور کہاں سے شروع کروں،
"مصعود، زرش نے نکاح والے دن جو حماد کے ساتھ کیا اُسے نہیں کرنا چاہیے تھا، اُسے یوں سب کے سامنے نکاح سے انکار نہیں کرنا چاہیے تھا،"

"آج کل کے بچے اپنی زندگی اپنے مطابق جینا چاہتے ہیں، اُن کے لیے ماں باپ کے فیصلے کوئی اہمیت نہیں رکھتے، اُنہیں ماں باپ کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی،..."

"میں آپ سے شرمندہ تھا اسی لیے آپ سے ملنے بھی نہیں آیا،
زرش نے جو کیا میں اُس سب کے لیے آپ سے معافی مانگتا ہوں،"

مصعود جو اب تک خاموش بیٹھے علی کی بات سُن رہے تھے تھے، ایک گہرا سانس لیا اور اپنی بات کہنا شروع کی،

"تمہیں معافی مانگنے کی ضرورت نہیں ہے، ہاں شروع شروع میں خفا تھا، شاید غصے میں تھا اس لیے، پر بعد میں غور کرنے پر مجھے احساس ہوا کہ زرش نے جو کیا بالکل ٹھیک کیا، اُس نے اپنے دل کی بات بتادی، ورنہ اگر بعد میں پتہ چلتی تو حماد کو اور ہم سب کو زیادہ دکھ ہوتا..."

ہاں مانتا ہوں کہ زرش کا طریقہ غلط تھا، پر خیر اب جو ہو چکا ہو چکا، اور ویلے بھی ہونی کو کون ٹال سکتا ہے..."

مصعود مسکرا کر رہے تھے،

"تو پھر ناراض نہیں ہیں آپ؟"

"بھائیوں میں کیسی ناراضگی؟"

کہہ کر مصعود مسکرا دیئے، جواباً علی بھی مسکرا دیئے.....!

.....

کتنے ہی عرصے بعد آج زبیر ہاؤس میں چہل پہل اور خوشیاں نظر آرہیں تھیں۔ حیا کے ننھیال اور دھیدال والے سب اکٹھے تھے۔

ایک وقت تھا جب سب ایک دوسرے سے تقریباً ہفتے میں ایک دفعہ تو لازمی ملتے تھے لیکن جیسے جیسے زندگی کی مصروفیات بڑھتی جاتی ہیں اور انسان زندگی کے جھمیلوں میں گم ہونے لگتا ہے تو وہ اپنوں سے دور ہوتا جاتا ہے، ان کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا تھا۔

"ارمشہ باجی.. مہمان آگئے ہیں۔" وہ اپنی خالاؤں اور پھوپھو کے ساتھ کچن میں خوشگپیوں میں مصروف تھی جب اسے اپنے چلچو (احمر) کی آواز سنائی دی۔

"کون آیا ہے؟" حیا نے کسی کو بھی مخاطب کیے بغیر پوچھا۔ لیکن جواب میں اسے خاموشی، پراسرار مسکراہٹ اور معنی خیز نظروں کے سوا کچھ نہیں ملا۔

وہ جھنجھلائی اور پیر پٹج کر غصے سے بولی

"دن سے پوچھ رہی ہوں لیکن مجال ہے جو آپ سب میں سے کسی نے مجھے کچھ بتایا ہو۔ میں خود ہی جا کر دیکھ لیتی ہوں۔ ایسے کون سے خفیہ مہمان ہیں جن کے بارے میں آپ لوگ مجھے بتا نہیں رہے۔" گلے میں لٹکتا ڈوپٹہ سر پر لپیٹ کر وہ تن فن کرتی کچن سے باہر نکلی۔

"حیا.....! روکو.... بات سنو....!" اس کی خالہ نے اسے روکنے کی کوشش کی لیکن

وہ حیا ہی کیا جو کسی کی سن کر اپنی کیے بغیر وہ جائے..

گیسٹ روم کے پاس پہنچ کر اسے اندر سے عورتوں اور مردوں کی باتوں کی مشترکہ آوازیں آرہیں تھیں۔ حیا کا ارادہ دروازے کی درز سے اندر جھانک کر دیکھنے کا تھا۔

وہ دروازہ کے قریب ہوئی عین اسی لمحے کسی نے اندر سے دروازہ کھولا اور پھر حیا کی چیخ گونجی

"آآ... آآ... آہ..." دروازہ اس کے ماتھے پر لگا تھا۔

"سس... سس..." ماتھے پر ہاتھ رکھے وہ سسکی۔ تکلیف کی شدت سے آنکھوں میں نمکین پانی بھر گیا۔

سامنے موجود شخص ساکت کھڑا ہونقوں کی طرح اسے دیکھ رہا تھا جو ایک ہاتھ ماتھے پر رکھے آن پریشانی سے اس کی جانب دوڑے۔

"حیا... کیا ہوا ہے؟ ہاتھ ہٹاؤ... دکھاؤ مجھے۔" اس کی پھوپھو نے آگے بڑھ کر اسے پکڑا۔ سب کے اکٹھے ہونے پر وہ جیسے ہوش میں آیا

"آآ... آئی ایم سوری... مجھے نہیں پتا تھا کہ آپ دروازے کے باہر کھڑی ہیں۔"

اس کے معذرت کرنے پر حیا نے سر اٹھا کر اسے دیکھا اور پھر آنکھوں میں نمکین پانی کے ساتھ ساتھ غصہ بھی لہرانے لگا اور اس نے اپنا رخ دوسری جانب کر لیا

"اُس اوکے بیٹا.. آپ کی غلطی نہیں ہے۔ اسے دروازے سے جڑ کر کھڑے ہونے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ یہ بچی تو نہیں ہے۔" مرتضیٰ سے کہنے کے ساتھ ہی رمشہ نے حیا کو جھڑکا۔ رمشہ کی بات سن کر حیا کو شرمندگی محسوس ہوئی۔

اف پتا نہیں یہ لوگ میرے بارے میں کیا سوچ رہے ہوں گے! میں تو صرف دیکھنا چاہتی تھی۔ اگر مجھے پتا ہوتا یہ شخص اس کمرے میں موجود ہے تو میں اس کمرے کے قریب بھی نا بھٹکتی۔ حیا نے دل میں سوچا

"بھابھی ایک تو اسے چوٹ لگی ہے اوپر سے آپ ڈانٹ بھی اسے ہی رہی ہیں۔ چلو حیا تمہاری چوٹ پر برف سے ٹھکور کرتی ہوں۔" اس کی بڑی ممانی اس کا بازو پکڑ کر کمرے کی جانب بڑھ گئیں۔

"آنٹی میں چلتا ہوں مجھے دیر ہو رہی ہے۔ میری طرف سے ایک بار پھر معذرت۔ اسلئے حافظ" کمرے میں داخل ہونے سے پہلے اس کو مرتضیٰ کی آواز سنائی دی۔

ہنہ... صرف مجھے دروازہ مارنے آیا تھا۔ دروازہ مارتے ہی موصوف گا۔ اس نے کڑھ کر سوچا

"مجھے دے دیں ممانی میں خود کر لوں گی۔" اس نے مسکرا کر ان کے ہاتھ سے آئس بیگ پکڑ لیا۔

"کچھ دیر ٹھکور کرنا سوچن کم ہو جائے گی۔ میں کچن میں جارہی ہوں۔" بڑی ممانی اسے ہدایت کرتی

کمرے سے نکل گئی۔

اگر مرتضیٰ نے آنا تھا تو سب گھر والے مجھے کیوں نہیں بتا رہے تھے۔ لیکن اندر سے عورتوں نے

بولے کی آوازیں کیوں آرہیں تھیں؟ کہیں یہ لوگ.... اسلئے کمرے۔

اس سے آگے وہ سوچنا بھی نہیں چاہتی تھی لیکن اس کی چھٹی حس اسے کچھ گڑبڑ ہونے کے

سگنل دے رہی تھی۔

کمرے کا دروازہ کھلا اور اس کی دونوں خالائیں اندر داخل ہوئی۔ اور بیڈ پر اس کے پاس بیٹھ گئیں۔

"تم دروازے سے چپک کر کیوں کھڑی تھی۔ تھوڑا فاصلے سے اندر جھانک لیتی۔" اس کی خالہ نے اسے چھیڑا

"بات نہ کریں مجھ سے۔ اگر آپ پہلے بتا دیتی کون آیا ہے تو مجھے چوٹ نہ لگتی۔" حیا منہ پھولائے بولی۔

"اچھا اب اٹھو اور اپنا حلیہ درست کرو۔ رمشہ باجی کہہ رہی ہیں کہ مہمانوں سے آکر ملو۔"

"مجھے نہیں ملنا کسی مہمان سے!" وہ جھنجھلائی

"تمہاری اپنی مرضی نہ ملو۔ لیکن پھر بعد میں تمہیں اپنی مام سے ایک طویل لیکچر سننے کو ملے گا۔"

حیا کی دوسری خالہ ڈریسنگ ٹیبل سے لوشن کی بوتل اٹھاتے ہوئے بولیں۔

"اف کیا مصیبت ہے.... بلکہ ایک سیکنڈ رکیں جو میں سوچ رہی ہوں ویسا تو کچھ نہیں ہے نا؟"
حیابید سے نیچے اتری لیکن پھر رک گئی اور اس نے ماتھے پر بل ڈال کر اور بھنویں سکڑ کر پوچھا۔

"فضول باتیں نہ سوچو اور چلو مہمانوں سے ملو۔" ان کے جواب نے اسے مطمئن نہیں کیا تھا

کیونکہ ان کے لبوں پر مچلتی مسکراہٹ کچھ اور ہی بتا رہی تھی۔

کمرے سے نکلتے ہی لاؤنج میں بیٹھے افراد کی گفتگو اسکے کانوں تک واضح طور پر پہنچ رہی تھی۔

"ماشاء اللہ شکل صورت بھی اچھی ہے اور قد بھی چھ فٹ سے نکلتا ہے۔" یہ حیا کی چھوٹی ممانی کی
آواز تھی۔

"حیا کے ساتھ اچھا لگے گا۔" اب کی بار اس کی پھوپھو بولیں تھی۔

"بھابھی میں تو کہتی ہوں، حیا سے بات کریں اور مثبت جواب دے دیں۔" اس کی بڑی ممانی نے مشورہ دیا۔

"اور نہیں تو کیا ایسے رشتے روز روز نہیں آتے۔ ہماری حیا کی قسمت اچھی ہے جو اتنا اچھا پروزل آیا ہے۔ ورنہ آج کے دور میں کتنی ہی لڑکیاں اچھے رشتے کے انتظار میں گھر بیٹھے شادی کی عمر گزار دیتی ہیں۔" یہ تبصرہ اس کی خالہ کا تھا۔

اس میں مزید کچھ بھی سننے کی تاب نہیں تھی وہ اٹے قدموں واپس کمرے میں داخل ہوئی دروازہ بند کر دیا۔

کچھ دیر پہلے ہی مرتضیٰ کے گھر والے واپس گئے تھے۔

جب حیا ان سے ملنے گئی تھی تو مرتضیٰ کی دادی نے تمام وقت اسے اپنے پاس بٹھائے رکھا تھا۔

اس سے مختلف سوالات پوچھنے کے ساتھ ساتھ وہ باریک بینی سے اس کا جائزہ بھی لیتی رہیں تھی۔

تب حیا کے دل میں جو خدشہ پیدا ہوا تھا وہ درست نکلا تھا۔

اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ ہر چیز کو جلا کر راکھ کر دے۔ لیکن اس وقت وہ کوئی تماشہ نہیں چاہتی تھی اسے سب کے واپس جانے کا انتظار تھا۔

کمرے میں تاریکی کے ناجانے کتنی دیر تک وہ ماضی کی تلخیوں کو یاد کر کے آنسو بہاتی رہی تھی۔

دروازے پر ہونے والی دستک پر اس نے ٹشو سے آنسو اور ناک صاف کیے۔ کچھ پل بعد دروازہ کھلا اور اندر داخل ہوتے قدموں کی آواز سنائی دی۔ حیا نے کروٹ بدل کر چہرے پر تکیہ رکھ لیا۔

"حیا... اٹھو بیٹا رات کا کھانا تیار ہو گیا ہے۔" چچی نے اس بازو ہلایا لیکن وہ سوتی بنی رہی۔ اس وقت اسے صرف تنہائی اور تاریکی کی ضرورت تھی۔

"حیا....! بیٹا اٹھ جاؤ.. کھانا کھا کر پھر سو جانا." چچی نے اسے جگانے کی کوشش کی لیکن وہ ساکت لیٹی سونے کی اداکاری کرتی رہی۔

اس کے نا اٹھنے پر وہ لائٹ آف کر کے کمرے باہر نکل گئیں۔ چچی کے نکلتے ہی اس نے چہرے سے تکیہ ہٹایا، ہیڈ بورڈ سے ٹیک لگا کر بیٹھی اور خدشات اور فکر میں گھر کر ایک بار پھر سے رونے کا شغل شروع کر دیا...

حماد کو آفس ڈر آپ کر کے واپس آنے کے بعد وہ آرام کرنے کی غرض سے سیدھا گھر آ گیا تھا۔

دو گھنٹے سونے کے بعد وہ جم گیا اور واپس آکر شاور لے کر میٹنگ کے لیے تیار ہوا۔

مرتضیٰ نکلنے ہی لگا تھا جب علی صاحب نے اسے سارہ، زاہدہ بیگم اور خود ان کو زیر صاحب کے گھر ڈراپ کرنے اور میٹنگ سے واپسی پر پک کرنے کا کہا تھا۔

سارہ کو ساتھ چلنے پر زاہدہ بیگم اور علی صاحب نے آمادہ کیا تھا یا پھر وہ خود ہی ساتھ چل رہیں تھیں،

اس بات کا اندازہ لگانا اس کے لیے مشکل تھا لیکن خیر جو بھی تھا وہ حیا کے گھر اس کا رشتہ لے کر جا رہے تھے فلحال اس کے لیے یہی کافی تھا۔

ان تینوں کو ڈراپ کر کے وہ میٹنگ کے لیے نکلنے لگا تھا لیکن زبیر صاحب کے اصرار پر وہ چائے پینے اندر چلا گیا تھا۔

اس کی ملاقات حیا کے ماموؤں چچا اور کزنز سے بھی ہوئی تھی۔ اسے بیٹھے کچھ وقت ہی گزرا تھا کہ اس کا فون بجنے لگا وہ میٹنگ سے لیٹ ہو رہا تھا۔

ان سب سے پھر کبھی آکر چائے پینے کا وعدہ کرتا وہ تیزی سے دروازے کی جانب بڑھا اور دروازہ کھولا لیکن پھر ماحول میں گونجتی نسوانی چیخ.....

چند لمحوں تک تو اسے سمجھ ہی نہیں لگی کہ ہوا کیا ہے۔ پھر اس نے حیا کا سرخ پڑتا چہرہ دیکھا اور نظریں چرائیں۔

اس سے معذرت کرنے کے بعد وہ باہر نکل کر گاڑی میں بیٹھا اور اپنی اگلی منزل کی جانب رواں دواں ہو گیا۔

مینگ کے دوران بھی اس کی آنکھوں کے پردوں پر حیا کا سرخ چہرہ اور غصے سے بھری آنکھیں لہرا رہیں تھیں۔

مرتضیٰ کو دل میں دکھ اور شرمندگی محسوس ہو رہی تھی۔

انجانے میں ہی صحیح لیکن وہ اس کو تکلیف پہنچانے کا باعث بنا تھا۔

مینگ کے ختم ہوتے ہی، ایک دو ضروری کام نپٹا کر وہ گھر کے لیے نکل آیا تھا۔ جب وہ گھر میں داخل ہوا تو رات کے دس بج رہے تھے۔

دادی جان عموماً جلدی سو جایا کرتیں تھی۔ اس لیے ایک بھی لمحہ ضائع کیے بغیر وہ زاہدہ بیگم کے کمرے کے دروازے پر موجود تھے۔

دروازے پر دستک دے کر وہ اندر داخل ہوا۔ زاہدہ بیگم کو سوتے دیکھ کر اسے مایوسی ہوئی ان کے ماتھے پر بوسہ دے کر وہ پلٹا۔ اور دروازہ کے ہینڈل پر ہاتھ رکھا لیکن اس سے پہلے کہ وہ دروازہ کھولتا پیچھے سے آواز سنائی دی

"حیا سے پوچھ کر دو یا تین دن تک جواب دیں گے!"

وہ سرعت سے پلٹا

"جی؟"

"جی... کیا؟ جو تم پوچھنے آئے تھے اس کا جواب دے رہی ہوں۔" زاہدہ بیگم نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"نہیں میرا مطلب.... آپ سو نہیں رہیں تھی؟" وہ گڑبڑایا۔

"ایسا ہو سکتا ہے کہ میں اپنے پوتے کو ساری رات بے چین رکھ کے خود سکون سے سو جاؤں۔" ان کے جواب پر اس کے لبوں پر بھرپور مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

مرتضیٰ ان کے پاس گیا اور ان کے دونوں ہاتھوں کی پشت کو احترام اور محبت سے چوما۔

زاہدہ بیگم نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

"جاؤ اب جا کر سو جاؤ۔ شب بخیر۔"

"شب بخیر۔"

وہ مسکراتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گیا۔ اس کی رگ و جان میں آسودگی سراعیت کر گئی تھی۔

چہرے پر پرتی روشنی سے بے چین ہو کر اس نے کروٹ بدلی اور آنکھیں کھولیں۔ تیز روشنی کی وجہ سے اس کی آنکھیں چندھائیں۔

کھڑکی کے پردے برابر نہ ہونے کی وجہ سے سورج کی کرنیں آسانی اندر داخل ہو کر کمرہ روشن کر گئیں تھی۔

وہ روتے روتے کب سوئی تھی اسے یاد نہیں تھا۔ چند لمحوں بعد اس نے پھر سے آنکھیں کھولیں۔

رونے کی وجہ سے آنکھوں میں چبھن اور جلن محسوس ہو رہی تھی۔ اس کے وجود پر کسبل پڑا تھا اور اے سی بھی آن تھا۔

یقیناً رات میں رمشہ اس کے کمرے میں آئیں تھی۔

بیڈ سے اتر کر وہ آئینے کے سامنے کھڑی ہوئی۔ سوچی ہوئی آنکھیں اور بچھا ہوا چہرہ، اس کے لبوں پر تلخ مسکراہٹ بکھر گئی۔

کل وہ کتنا خوش تھی۔ کافی وقت کے بعد وہ سب کزنز اکٹھے ہوئے لیکن آج.....

"خیر یہ پہلی بار تو نہیں ہوا ہے اتنے سال ہو گئے ہیں اب تک تو مجھے عادت ہو جانی چاہیے۔"

جب بھی میں خوش ہوتی ہوں کوئی نہ کوئی ایسی بات ضرور ہو جاتی ہے جو میری خوشی کو کھا جاتی ہے۔

مجھے خوشیاں راس ہی نہیں آتیں.... مجھے خوش ہی نہیں ہونا چاہیے..."

آئینے میں خود کا عکس دیکھتے وہ بڑبڑائی۔

حیا اس وقت خود اذیتی کی انتہا پر تھی۔

وہ پلیٹ اور فریش ہونے کے لیے واش روم میں داخل ہوئی۔

.....

وہ کچن میں بیٹھی پانی پی رہی تھی پیچھے سے آتی
آواز پر چونکی،

"کیا ہو رہا ہے؟" حمید نے ماہی کے سر پر چت رسید کی۔

"یار نہ کریں بھائی!" ماہی نے پانی کا گلاس شیڈ پر رکھتے ہوئے کہا،

حمید مسکراتا ہوا شیڈ پر بیٹھ گیا اور پاس پڑا بسکٹس کا ڈبہ کھول کر، بسکٹس کھانے لگ گیا،

"اچھا!... سنو!... ماہی۔"

"ہمم.....!"

"شفق پھوپھو آئی تھیں..."

وہ جو شیڈ پر پڑی چیزیں سیٹ کر رہی تھی یکدم کی،

"کیا!... کب؟...."

"جب تم حیا کہ کے گھر گئی ہوئی تھی۔"

"اوہ!....."

"پتا ہے اس بار وہ کسی خاص وجہ سے ہمارے گھر آئی تھیں.."

"ہن.. کیسی خاص وجہ؟"

"بتاؤں...؟"

"ہاں!!"

"بتا دوں؟"

وہ جھنجھلائی

"ہاں نا بتائیں!...." ماہی کی بے چینی بڑھتی جا رہی تھی،

"پکا بتا دوں نا؟؟"

"یار بھائی نا تنگ کریں نا پلیز بتائیں..."

"اچھا سنو!"

"پھوپھو..... حماد کے لیے تمہارا رشتہ لے کر آئیں ہیں،!"

اور یکدم ماہی کے لیے سب کچھ ٹھہر سا گیا، اُسے اپنا دل بند ہوتا ہوا محسوس ہوا،

ہاتھ پسینے سے بھگنے لگ گئے، آنکھوں میں نمی اُبھرنے لگ گئی.....!

بغیر کچھ کلمے بغیر کچھ بولے وہ وہاں سے بھاگ گئی،

"ماہی!.. کیا ہوا ہے؟ ارے میری کافی!" حمید پیچھے سے ماہی کو آوازیں دیتا رہ گیا...

حماد ریلیکسنگ چیئر پر بیٹھا تھا آنکھیں بازو سے ڈھکی ہوئی تھی، کمرے میں ہلکی ہلکی روشنی تھی، دل بے چین سا تھا،

آنکھوں کے آگے مرتضیٰ اور اس کی گفتگو کے منظر فلیش بیک کی طرح گزر رہے تھے

"شفق چچی چاہتی ہیں کہ تم ماہی سے شادی کر لو؟"

حماد کے ماتھے پر بل نمودار ہوئے،

"یہ سب تمہیں ماما نے خود کہا ہے؟"

"ہمممم!"

"حماد میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ تم ماہی سے شادی کر لو اور اپنی زندگی میں موو آن کرو،"

"ہنہ،! کہنا بہت آسان ہے مرتضیٰ،

موو آن کر لو..

یادوں کو بھلانا اتنا آسان نہیں ہوتا".....

منظر کی دھندلاہٹ آنکھوں سے ہٹی اور وہ اپنے آج میں لوٹا،...

حماد نے آنکھوں سے بازو ہٹایا، اور ایک گہرا سانس لیتے ہوئے یلے سیدھا ہوا،

حماد قدم بڑھاتا کھڑکی تک جا کھڑا ہوا،

دروازہ کھلا اور شفق اندر آئیں،

۱۴

حماد نے دروازے کی سمت دیکھا، ایک نظر شفق پر ڈالی اور پھر سے باہر دیکھنے لگ گیا...،

شفق حماد کے پیچھے آ کر کھڑی ہوئیں

"تو پھر کیا سوچا ہے تم نے؟"

"کس بارے میں؟" حماد نے بنا پلٹے سوال پوچھا

"تم ماہی سے شادی کرو گے یا نہیں؟"

"کیا ابھی شادی کرنا ضروری ہے؟" اس بار حماد شفق کی طرف پلٹا

"ہاں بہت! میں اب تمہیں اور برباد ہوتا نہیں دیکھ سکتی اور ویسے بھی ماہی ساری زندگی تمہارے

انتظار میں نہیں بیٹھی رہے گی،.....!"

شفق کا لہجہ سخت تھا،

"تو کس نے کہا ہے اُسے میرے انتظار میں بیٹھنے کے لئے؟ بلکہ اُسے مجھ سے اچھا لڑکا مل جائے گا، ماما! میں ابھی شادی نہیں کرنا چاہتا"

کہہ کر حماد کمرے سے باہر نکلنے ہی لگا کہ شفق کی آواز پر رکا،

"حماد مسعود، تمہارے پاس صرف دو دن کا وقت ہے، ان دو دنوں میں مجھے رشتے کے حوالے سے تمہارا جواب چاہیے!"

اور ہاں! تمہارا جواب صرف ہاں ہونا چاہیے، میری بات یاد رکھنا حماد، اگر جواب ہاں نہ ہوا تو ساری زندگی اپنی ماں کا منہ نہیں دیکھو گے تم!"

شفق نے تو ٹوک انداز میں اپنا فیصلہ سنایا،

اور وہ بالکل ساکت کھڑا رہ گیا،

یوں جیسے اُس کے پیروں کے نیچے سے زمین نکل گئی ہو، تو اب وہ اسے ایہوشنلی بلیک میل کرنے پر آگئی تھیں، آنکھوں میں نمی اُبھری،
وہ کچھ محے وہاں ٹھہرا اور پھر کمرے سے باہر چلا گیا،

شفق نے ایک گہرا سانس لیا،.....!

جس تکلیف سے وہ گزر رہی تھیں صرف اللہ ہی جانتا تھا،.....

ماہی زمین پر بیڈ کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھی تھی آنکھیں آنسوؤں سے بھگی ہوئی تھی، اُس کا دل بے چین ہو رہا تھا،... دل کچھ اور کہ رہا ہے اور دماغ کچھ اور...
اللہ میں کیا کروں، مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہی،

۱۴

ماہی نے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور سر بیڈ کے ساتھ ٹکا دیا
کچھ لمحوں کے بعد دروازہ کھلا اور عقیلہ اندر آئیں،
ماہی.....! وہ کہتیں ماہی تک آئیں جو آنکھیں بند کئے ہوئے تھی،

کیا ہوا ہے؟ اس طرح لائٹس آف کر کے کیوں بیٹھی ہوئی ہو؟

عقیدہ ماہی کے ساتھ بیٹھ گئیں

کچھ محلے خاموشی سے گزرنے کے بعد ماہی بولی،

اما بھائی نے مجھے بتایا ہے کہ پھوپھو میرے لیے رشتہ لے کر آئیں ہیں!

ارے حمید نے تمہیں بتا بھی دیا میں تو تمہیں سرپرائز دینا چاہتی تھی،

اما آپ نے پھوپھو کو رشتے کے لئے ہاں تو نہیں کہہ دیا؟

نہیں! میں نے نہیں کہا، تمہاری ہاں چاہتی ہوں....!

اما مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہی، کہتے کہتے ماہی رو پڑی،

ماہی کیا ہوا ہے؟ رو کیوں رہی ہو؟

اما!... یہ جانتے ہوئے کہ حماد کی محبت کوئی اور ہے میں حماد سے شادی کیسے کر لوں اور پھر میرا

دل..... میرا دل اُس سے شادی نہ کرنے پر بھی آمادہ نہیں ہو رہا....

مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہی،

خدایا میں کیا کروں؟؟؟؟.....

"حیا...!" ہاتھ میں کافی کا کپ پکڑے اسنے پہلے زینے پر قدم رکھا ہی تھا کہ رمشہ کے پکارنے پر وہ کی مگر پلٹی نہیں۔

"ہوا کیا ہے تمہیں؟ کل رات بھی تم ڈنر کیے بغیر سو گئی تھی اور آج صبح سے تم منہ پھولائے اپنے کمرے میں بند ہو۔ تمہارے دادی دادا بھی پریشان ہو رہے ہیں۔"

سفینہ (چچی) بھی مجھ سے پوچھ رہی تھی جیسے میں نے تمہیں کچھ کہا ہے۔ اب چپ کیوں ہو بتاؤ مجھے کیا ہوا ہے؟"

اس کی خاموشی پر رمشہ کو مزید غصہ آ رہا تھا۔

بنا کچھ کہے وہ زینے پھلانگتی پھر سے اپنے کمرے میں گھس گئی۔

رات ڈنر کے بعد اس کے دادی دادا، چچی چچا اور ان کی تین بیٹیوں کے علاوہ باقی سب واپس چلے گئے تھے کیونکہ وہ کچھ عرصہ قیام کرنے کے لیے آئے تھے۔

اب تک اس سے کسی نے بھی مرتضیٰ کے پرنسز کی بات نہیں کی تھی اور نہ ہی حیا نے کسی سے اس بات کا ذکر کیا تھا کہ وہ ان کی آمد کے مقصد سے واقف ہے۔

وہ چاہتی تھی کہ پہلے اس کے گھر والوں میں سے کوئی اُس سے اس بات کا ذکر کرے اور پھر وہ اپنے اندر پکتا آگ کا لاؤ باہر نکال سکے۔

کچھ دیر بعد کمرے کا دروازہ کھلا اور رمشہ ہاتھ میں ٹرے پکڑے اندر داخل ہوئیں۔

حیا نے گردن پھیر کر سائیڈ ٹیبل پر پڑے کافی کے کپ کو دیکھا جس سے اب ہلکی ہلکی بھاپ نکل رہی تھی۔

رمشہ نے ہاتھوں میں پکڑی ٹرے کپ کے پاس رکھی، اس میں سینڈویچز پڑے تھے۔

رمشہ حیا کے پاس بیڈ پر بیٹھ گئیں۔

"میں تم سے ایک ضروری بات کرنا چاہتی ہوں لیکن اس سے پہلے تم مجھے بتاؤ کہ تمہارا موڈ کیوں خراب ہے؟ کسی نے کچھ کہا ہے؟" رمشہ سے نرم لہجے میں دریافت کیا۔

"مجھے کچھ نہیں ہوا! آپ بولیں جو بولے آئیں ہیں۔"

اس کا لہجہ سپاٹ تھا کیونکہ وہ جانتی تھی رمشہ اس سے کیا کہنے والی ہیں۔

"کل جو مہمان آئے تھے وہ تمہارے لیے رشتہ لے کر آئے تھے۔ تمہارے ڈیڈ کے بزنس پارٹنر مرتضیٰ علی کا۔"

وہ اچھا' سلجھا ہوا اور شریف لڑکا ہے۔ باقی سب کو بھی یہ پپوزل بہت پسند آیا ہے۔ تمہارے ماموؤں کو بھی مرتضیٰ تمہارے لیے اچھا لگا ہے۔

ہم نے جواب دینے کے لیے دو تین دن کا وقت مانگا تھا۔ کیونکہ زندگی تم نے گزارنی ہے۔ ماہی کے بھائی کا جو پرنسپل آیا تھا ہم نے اب تک اس کا بھی کوئی جواب نہیں دیا...

میں چاہتی ہوں تم اچھی طرح سے سوچو اور پھر فیصلہ کرو۔

تم نے مرتضیٰ علی سے شادی کے لیے ہاں کرنی ہے یا حمید آصف کے لیے.....!"

ان شاء اللہ اگلی قسط جلد.....

جاری ہے